

# فکر و نشاط

جوش

همیشه  
کتابخانه شهید زاهدی

# نقش و نگار

شاعر انقلاب حضرت جوش کے کلام  
کا پہلا مجموعہ جو ۵ ابواب پر منقسم ہے  
۱۔ نگار خانہ (۲) خمریات (۳) تاثرات  
۴۔ مطالعہ و نظر (۵) نیب۔ مجلد ۱

# حرف و حکایت

شاعر انقلاب کے کلام کا چوتھا انو بنو  
اور تازہ ترین مجموعہ جس کا ہر شعر اردو شاعری کے  
دور ارتقا کا آئینہ دار ہے  
قیمت مجلد دو روپے آٹھانہ  
کتب خانہ رشیدیہ ملی

ایک شریف ترین امیر کی خدمت میں ایک شرافت

پرست فقیر کا تحفہ قبول ہو۔

جواں

# فکرو نشاط

جوش (پنج آباد)

مناش

کتاب خانہ رشیدیہ دہلی

۱۹۳۹ء

مجلد ۴۴

بار دوم



# فہرست مضامین

۳۴	۲۰	۳	۱	شمع فروزاں
۳۶	۲۱	۵	۲	سعی لا حاصل
۳۷	۲۲	۶	۳	موسیعی کا جزیرہ
۳۸	۲۳	۷	۴	نقاد
۳۹	۲۴	۱۱	۵	پیش کش
۴۰	۲۵	۱۲	۶	رقص
۴۱	۲۶	۱۴	۷	بجنون
۴۲	۲۷	۱۵	۸	فریب نظر
۴۳	۲۸	۱۶	۹	دارغ جگر بچتا ہوں
"	۲۹	۱۸	۱۰	فریب سہی
۴۶	۳۰	۱۹	۱۱	ہستی بیتاب
۴۸	۳۱	۲۱	۱۲	بھگی ہوئی نیکی
۵۵	۳۲	۲۳	۱۳	مشاہدات
"	۳۳	۲۵	۱۴	بارگاہ شعر
۵۶	۳۴	۲۶	۱۵	ہم لوگ
۵۹	۳۵	۲۸	۱۶	تکفہ
۶۰	۳۶	۲۹	۱۷	آوازِ شاعر
۶۱	۳۷	۳۱	۱۸	سوزِ نامتِ سام
۶۲	۳۸	۳۳	۱۹	تحسین کے پھول

۶۹	۶۱	پامالی	۶۳	۳۵	ناتقابل فہم
۸۰	۶۲	خونی بینڈ	۶۴	۴۰	گلابی نور
۸۱	۶۳	اب تک	۶۵	۴۱	حیوان
۸۱	۶۴	بادشاہ کا جنازہ	۶۵	۴۲	لذت گریہ
۸۲	۶۵	جفا کے دوست	۶۶	۴۳	خلفشار
۸۳	۶۶	انکشافِ فطرت	۶۷	۴۴	موتی یا شبہم
۸۳	۶۷	ضبطِ گریہ	۶۷	۴۵	جوانی کا بسترِ مرگ
۸۴	۶۸	راہِ تلاش	۶۸	۴۶	ظلمتیں
۸۴	۶۹	آہِ گیند	۶۹	۴۷	روشیاں
۸۵	۷۰	چراغِ عظمت	۷۰	۴۸	اضطراب
۸۶	۷۱	یاد کرنا	۷۰	۴۹	موت کا پھر پرا
۸۸	۷۲	ہوشیار	۷۱	۵۰	انگاروں کی دہک
۹۰	۷۳	شیطانی زہد	۷۲	۵۱	مرگ و موسیقی
۹۱	۷۴	پندِ عبادت	۷۴	۵۲	امیرِ متکبر سے
۹۳	۷۵	مولوی	۷۵	۵۳	بیکاری
۹۴	۷۶	خانقاہ	۷۵	۵۴	خامی
۹۶	۷۷	شہج کی مناجات	۷۶	۵۵	دعا
۹۹	۷۸	غزل گوئی	۷۶	۵۶	عید ملنے والے
۱۰۱	۷۹	خاتونِ مشرق	۷۷	۵۷	غمگین صدا
۱۰۷	۸۰	خاتونِ مغرب	۷۸	۵۸	مقدس رات
۱۱۰	۸۱	بلوغِ حیات	۷۸	۵۹	آواز
۱۱۴	۸۲	سونے کی تلوار	۷۹	۶۰	کش مکش



«جوش» ملیح آبادی

گماں مہر کہ بیا یاں رسید کارمغاں  
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگتِ تاکست

(اقبال)

# فکر و نشاطِ مزہ

جوشِ ملیح آبادی

ناشر

کتاب خانہ رشید مدنی

طبع دوم

قیمت مجلد نمبر

دو ہزار



بزرگ هر بن موجب هم روشنیست مرا  
بروشنای هر ذلک روز نیست مرا  
(تظیری)

# شمع فروزاں

میں لے جوش! اس نور میں ہوں وہ شاعر  
 حریفوں کے آگے مری شاعری ہے  
 مرادل، وہ فیاض خرمن ہی جس سے  
 دم نکر دل میں مچاتی ہے دھو میں  
 مرا شعر اس عصر بے رنگ و بو میں  
 مرادل دھڑکتا ہے یوں زیر و بم سے  
 مری طبع ہے، تازہ اندیشیوں سے  
 مری سادگی میں بھی وہ دیکھتی ہے  
 شب تار میں میری آشفۃ حالی  
 مرے ذہن پر رخشہ ابر معنی

اندھیرے میں جس طرح شمع فروزاں  
 کہ ہے پیش تورات و انجیل، قرآن  
 چمن ریز ہے دامن خوشہ چیناں  
 تمنائے بیداری نوع انسان  
 پس تیرگی جلوۂ آب حیاں  
 جھپکتی ہے جس طرح مرگیاں دوراں  
 شکستہ تراز خندہ ناز نیناں  
 شب ماہ میں جس طرح خوابِ طلاں  
 دم صبح گویا خیم زلفِ جاناں  
 جوانی کے ماتھے پہ جس طرح افشاں

مری بارش فکرِ رنگیں کی رو میں  
 بساطِ ادب پر مری طبعِ رنگیں  
 مری چشمِ تریں تمنا کی ہل چل  
 خراماں ہو دل میں مرے رُوحِ وحشت  
 مری رُوحِ پر عکسِ تخیلِ رنگیں  
 مرے دل میں عہدِ تمنا کی رائیں  
 منقشِ تینکِ رنگی ہم نشیناں  
 سرِ شاخِ جس طرح مرغِ خوش الحان  
 سرِ آبِ جس طرح موجِ چراغاں  
 بہ اندازِ دوشیزگانِ بیسا باں  
 جبینِ پر ہو جس طرح زلفِ پریشاں  
 گھٹے باغ میں جس طرح برقِ باراں

مراد لہجے جوشِ دعاؤں کی ضو سے

”برشتہ ترازِ حسنِ صحرانِ شیناں“

# سعی لاحاصل

اے جوشِ شہسنگیوں میں پُرافشاں ہوئے تو کیا  
 صد دوستاں غلام ہے، گونگا ہے، سر دے  
 اک دوسو سو جو قوم ہو خودی صد ویرنا سس  
 جس چرخِ تیرہ پر ہو سب ابر کا ہجوم  
 جو سرزمینِ شور ہو محروم رنگ و بو  
 موجوں نے جس کی توڑ دیا ہو صدق کا دل  
 جس گلستاں میں ایک ہے، کاٹا ہوا گلاب  
 ہم وزن و ہم گہر ہوں جہاں نراغ و عنایب  
 جس تیرگی میں ہو نہ سکندر نہ روحِ فخر  
 نکلے نہ صحنِ خانہ سے باہر جہاں نظر  
 اندھوں سے جب پڑا ہے زمانہ میں سابقہ

بہروں کی بجن میں غزل خواں ہوئے تو کیا  
 صدوستاں میں آپ سحرِ دل ہوئے تو کیا  
 اس دوسو سے میں جذبہ ایساں ہوئے تو کیا  
 اس چرخِ تیرہ پر مہتاباں ہوئے تو کیا  
 اُس سرزمین پہ ابر حراماں ہوئے تو کیا  
 اُس جوشِ غم میں قطرہ نیتاں ہوئے تو کیا  
 اُس گلستاں میں شبنل وریں ہوئے تو کیا  
 اُس گلستاں میں مرغِ خوشالیاں ہوئے تو کیا  
 اس تیرگی میں چشمہ جواں ہوئے تو کیا  
 واں آپ کائنات بہ داماں ہوئے تو کیا  
 اے جوشِ آپ یوسف کنعاں ہوئے تو کیا



# موسیقی کا جزیرہ

کانپتی ہیں انگلیاں مُطرب کی مبتلا دار  
 عشق کا جب نبض آہن میں مچلتا ہر لہو  
 نغمہ شیریں کا جب گرتا ہے رنگیں آبخار  
 درد سے کھاتی ہیں جو بین سحر کی پیچ و تاب  
 دن ہی رہتا ہے نظر کو سامنے باقی نہ رات  
 نے میں نفوٹ کی طرح جس وقت لہر آتا ہے دل  
 رُوح ہوتی ہے جہاں اس گمشدہ سحر دو چار  
 رگنی کی آنچ سے جب نہم ہو جاتے ہیں تار  
 لحن کے سانچے میں جب ڈھلتی ہے دس کی آرزو  
 دل کو چھو لیتی ہے اک دم ہوم سی باریک ہا  
 خود سُر اٹھ جاتی ہے جب لمائے ماضی کی نقاب  
 ساز کے پردوں میں چھپ جاتی ہے ساری کائنات  
 اک جنم پرورد جزیرہ میں پہنچ جانا ہے دل  
 جس کے کھو جانے سے میری زندگی بھٹی سو گوار

پھر بھی پانے کی طرح اس چیز کو پاتا نہیں  
 شکل سے پہچانتا ہوں، نام یاد آتا نہیں

# نقد و

رحمے نقادین! یہ کیا ستم کرتا ہے تو  
 شاعری اور منطقی بحثیں، یہ کیا قتل عام  
 کیوں اٹھا رہی جس شاعر کے پر کھٹنے کیلئے؟  
 اے ادب! آشنا یہ بھی نہیں تجھ کو خیال  
 منطقی کلمے پہ رکھتا ہے کلام دل پذیر  
 یعنی اکٹے سے لبِ ناقد کو کھلنا چاہئے  
 پنکھڑی پر قطرہ شبہم کو ٹلنا چاہئے

شعر فہمی کیلئے، میں جو شرائط بے خبر  
 جلتے دیکھا ہی کبھی ہستی کو دل کا تو نے داغ؟  
 دل سے اپنے پوچھو اور زندانی علم کتاب!  
 تو پتا سر اور ہستی کا لگتا ہے کبھی؟  
 سوچ، تو پورا اترتا بھی ہے اس معیار پر؟  
 آج سے جسکی غذا پاتا ہے شاعر کا داغ؟  
 حسنِ قدرت کو بھی دیکھا ہے برا فکندہ نقاب؟  
 عالم محسوس سے باہر بھی جاتا ہے کبھی؟

کیا وہاں بھی اڑ کر پہنچا ہے کبھی اونگھ چیں؟  
 خاموشی کی نغمہ ریزی پر بھی سر دھنتا ہے تو؟  
 اُن بتوں کی بزم میں تو بھی ہوا ہی باریا؟  
 جو تہم چھین لیتے ہیں شبِ مہتاب سے  
 سچ بتا تو بھی ہے کیا اے کشتہ صدر صحرے؟  
 تیری نبضوں میں بھی چلی ہو کبھی بجلی کی رو؟  
 سچ بتا اے عاشقِ دیرینہ فکرِ معاشن!  
 مجھ سے آنکھیں تو ملا اے دشمنِ سوز و گداز!  
 تیری راتوں کی سیاہی میں بھی غلطی آتے  
 تو کیا جی ہے نگارِ غم کی محل کے قریب؟  
 ملوڑ معنی پر بھی اے ناہم چڑھ سکتا ہے تو؟

کانپتا ہے جس فضا میں شہپرِ روح الامین!  
 قلبِ فطرت کے دھڑکن کی صدا سنتا ہے تو؟  
 خاک کے پر چھائیاں جن کی بنائی ہیں گلاب  
 جن کی برنائی جگاتی ہے دلوں کو خواب سے  
 راز دانِ کاملِ شہرِ رنگ و چشمِ نیم باز!  
 سوزِ غم تیرا دل بھی کیا کبھی دیتا ہے کو؟  
 زہر میں تریاق کے عنصر کی بھی کی ہو تلاشی  
 تجھ پہ کیا افساد کی توحید کا افشا ہے راز؟  
 کیا کبھی طالع ہوا ہے مسکرا کر آفتاب؟  
 اپنی سی محسوس ہوتی ہو کبھی دل کے قریب؟  
 کیا مصنف کی کتاب ل بھی پڑھ سکتا ہے تو؟

یہ نہیں تو پھیر لے آنکھیں یہ جلوہ اور ہے

تیری دنیا اور ہے، شاعر کی دنیا اور ہے

خود زبانِ شعر سے شعر کی تفسیر سن  
 نطق پر بوندیں ٹپکتی ہیں کچھ بے اختیار

شعر کی تحلیل سے پہلے مری تقریر سن  
 دل میں جب شاعر کی ہوتی ہو بارشِ بیشمار

ڈھال لیتی ہے جنہیں شاعر کی ترکیب ادب  
ورہوتی ہیں تجلی بخش تاج زرفش  
وٹھل کے گو وہ "گوہر غلطاں" کا پاتی ہیں لقب  
پھر بھی وہ شاعر کی نظر و نہیں ہیں غالی سپیا

جن کے اسرار درخشاں روح کی محفل میں ہیں

سپیاں ہیں نطق کی موجوں پہ مہوتی دل میں ہیں

شاعری کا خانماں ہے نطق کا ٹوٹا ہوا  
چھائے رہتے ہیں جو شاعر کے دل سرشار  
اُس کا شیشہ بوزباں کی ٹھیس سے ٹوٹا ہوا  
ٹوٹ کر آتے ہیں وہ نغمے لب گفتار پر  
بند کر لیتے ہیں آنکھیں نطق کو آغوش میں  
لکھو کلمے نغمے میں وہ اوزان میں جکڑی ہوئے  
سانس کی گرمی سے پڑ جاتا ہوا شیشہ میں بال  
ٹوٹ جاتا ہوا کنا سے آتے آتے یہ حجاب

اس سے بڑھ کر اور ہو سکتی ہے کیا حیرت کی بات

"شعر کو سمجھا اگر شاعر کی تو نے کائنات

"شعر کیا جذبوں کا ایک نقش نامتسام  
کیف میں اک نغمہ پانکھ گوہر بار کی  
"مشتبہ سا اک اشارہ" ایک مبہم سا کلام  
"فہراری ایک جنبش سی" لب گفتار کی  
"نغمہ سی ایک آواز" انتہائی شوق کی  
"ایک صوت خستہ و مہم سازِ ذوق کی"



”بے حقیقت“ کے اندر ”زمزمہ اود“ کا  
 ”شعر“ کیا؟ عقل و جنوں کی مشترکِ نرمِ جمال  
 ”ظلمتِ ابہام میں پرچھائیں تفصیلات کی“  
 ”جئے قدرت کی روانی دشتِ مہنوے میں“  
 ”شعر“ کیا؟ کچھ سوچنا دل میں بچن و نشین  
 ”شعر“ کیا؟ نیم بیداری میں بہنا موج کا  
 ”ترزبانی اور خاموشی کی مبہم گفتگو“  
 ”بادلوں سے ماہِ نو کی اک چٹائی سی ضیہ“  
 ”عارضِ محدود“ پر اک ”عکس“ لا محدود کا  
 ”شعر“ کیا؟ عشق و حکمت کا مقامِ اتصال  
 ”پیر و خم کھاتے بگولہ میں چمکنے رات کی“  
 ”ٹوٹا رنگیں ستارہ کا اندھیری رات میں“  
 ”شعر“ کیا؟ ہر چیز کہہ، کچھ نہ کہنے کا یقین  
 ”برگِ گل پر نیند میں شبنم کے گرنے کی صدا“  
 ”لفظ و معنی میں توازن کی نہفتہ آرزو“  
 ”جھانکنا قطرہ کے روزن سے عروسِ بحر کا“

مر کے بھی تو شاعری کا بھید پاسکتا نہیں

عقل میں، یہ مسئلہ نازک ہے، آسکتا نہیں

تو سمجھتا تھا، جو کہنا چاہئے تھا، کہہ گیا

پوچھ شاعر سے، کہ وہ کیا کہہ سکا، کیا رہ گیا

کون سمجھے شعر؟ یہ کیسے ہیں اور کیسے نہیں

دل سمجھتا ہے کہ جیسے دل میں بھٹو ویسے نہیں

# پیش کش

اے صبح اے عروسِ دلاویز عشوہ کام  
شیریں لبِ شگفتہ و گزنگ و لالہ فام  
رنگیں مزاج و زہرہ جبین و فلک مقام  
اے اپنے کمترین پرستار کا سلام

قربان تیرے خندہ گوہرِ سرشت کے  
دل میں کھلے ہوئے ہیں دریچے بہشت کے

تو نے ہر خیال کو زانو عطا کیا  
دی فکر اور فکر پہ قابو عطا کیا  
دھوئے جو دل سے غم کو وہ آنسو عطا کیا  
پہلو کو دل زبان کو جاو عطا کیا

تو نے خموشیوں کو ترانہ بنا دیا  
ہر جنبشِ نظر کو فسانہ بنا دیا

سینے میں دلولوں کا تلاطم بجتی ہے  
موجِ نفس میں سوزِ ترغم بجتی ہے  
خاموشیوں میں شانِ تکلم بجتی ہے  
تخیل کے لبوں پہ بزمِ بختی بجتی ہے

کیا بات تیرے زمرہ ہے بدیل کی  
کانوں میں آرہی ہے صدا جب سُر کی

ہر چند دل شکن ہے زمانہ کی دار و گیر  
 پھر بھی حکمِ ذوق و بہ اندیشہ صمیمہ  
 شاعرِ نری جناب میں اے حسنِ بے نظیر  
 حائر ہوا ہے لے کے پھر اک تحفہ حیر  
 فیضِ نگاہِ ناز سے کاسے کو پھول کر  
 لے تاجدارِ حسن! اسے بھی قبول کر

## رقص

ہاں اٹھائے رُوحِ موسیقی رہا بنے فناں  
 رقص کی تشریح پر مائل ہے شاعر کی زباں

رقص کیا ہے؛ خاک کے دل میں خروشنِ کائنات  
 چاندنی میں جوئے شیریں جیسے کھٹم کھٹم کر رہے  
 جلوہ محدود کے دل میں بہ ایمائے شباب  
 عقلِ صورت میں لیلے معانی کا بناؤ  
 پیکرِ فانی میں گرم ناز، لافانی حیات  
 خون میں بہروں پہ لہریں لہن بے آواز کی  
 حسنِ لا محدود بن جائے کاشیریں پیچ و تاب  
 لعلِ شوں پر لعلِ شیں مشقِ خدامِ ناز کی  
 آنکھڑیوں کی شعر گوئی، ساعدوں کے زمزمے  
 چٹک بیاک میں سیالِ غنموں کا بہاؤ  
 لغزشوں پر لغزشیں مشقِ خدامِ ناز کی

خیر سمجھا دوں، ذرا لانا تو مینائے شراب  
 رقص اس موقع پہ چہرہ سے اُلٹتا ہے نقاب  
 جب صبا کی سننا ہٹ اور ساغر کی کھٹک  
 قامتِ موزوں میں بن جاتی ہے ہلکی سی لچک

رقص ہے دراصل برنائی کا لحن بے خروش  
 جنبشِ مژگاں کی رنگیں، مست، شیریں استاں  
 معنی بے لفظ کی شرحِ دل آویز و خوش  
 خون کی گردش میں رہ رہ کر رنگِ زیر و بم  
 جوئے طوفاں خیز کے سانچے میں ٹھلنے کی اُنگ  
 دستِ پا کے لوچ میں اُس حرفِ مبہم کا ظہور  
 خال و خد کی نغمہ ریزی، ابروؤں کی گفتگو  
 جذبہٴ بیدار کا پالا ہوا خوابِ گراں  
 ایک ایسا ساز، مائینِ یقین و اشتباہ

جنبشِ نابِ خاموش ہو پیمانہ بھرنے دے مجھے  
 جھوم کر بربط اٹھا اور رقص کرنے دے مجھے



# مجنون

ڈالے مجنون کے چہرہ پہ اک گہری نگاہ  
 ہو چکی ہیں کس قدر باریکیاں باریک تر!  
 کس قدر اچھے ہوئے ناقابلِ تعبیر خواب!  
 کتنے نامعلوم مبہم وسوسوں کے کارواں  
 جھانکتے رہتے ہیں اس کے دینے بیخواب!  
 کتنی عزم انگیز خوشیاں، کتنے دل آویز غم!  
 صبح گرما کے پریشاں ابر سے ملتی ہوئی  
 پُرفشاں ہے مشتعل آنکھوں میں گہرائی ہوئی  
 ایک لامحدود ستارے میں گم ہے کائنات  
 چور کی آہٹ سے جیسے چونک ٹھو کوئی بخیل  
 مرغِ خوشی جس طرح کہرے میں منڈلاتا ہوا  
 جیسے دنیا چاہتا ہو کوئی طوفانِ پیام

سردیشیانی پہ ہلکا سا ہر اک برس سیاہ  
 کیا خبر، اس کے دماغ مضطرب میں ٹٹ کر  
 ہر نفس رہتے ہیں بیداری پر انکی بے نقاب  
 اس کے ابرو کو دخالِ خبر میں لہتی ہیں رداں  
 کتنے معنی حیرتِ الفاظ میں ڈوبے ہوئے  
 اس کے سینے میں ہیں جیور گئی کے زیرِ دم  
 حسرتیں بگی ہیں مَر جھانی ہوئی کھلتی ہوئی  
 روح انکی کاہشِ بہیم کی ٹھکرائی ہوئی  
 شورشوں کے باوجود اکر لئے دن ہو کہ رات  
 اس کا اندازِ تنفس، اس کا طرزِ قال و قیل  
 کامزن ہے یوں ٹھٹھکتا، سوچتا، گاتا ہوا  
 بگی نظروں میں ہر یوں شمشیرِ وحشت بے نیام

کتھنہاں شوق بکتے نیم پیدا ولے  
پھر ہے ہیرا گدیراں ذہن میں بٹکی ہوئے!

رنگ ہے اس کا کبھی کھلتا کبھی اڑتا ہوا  
دل کسی نادیں صحر کی طرف مڑتا ہوا

فلک کو رہ رہ کے مشعل سی دکھاتا ہے کوئی  
اسکی آنکھوں میں شادوں کو بلاتا ہے کوئی

## قریبِ نظر

زمیں پر وندی ہوئی پڑی ہی، جو دل کا غنچہ کھلا رہی تھی  
بتا دے شعلہ خوشاعوا یہ رنگ کیا ہو گیا حسن کا  
نظر اٹھی تو گلاب دیکھا، پلک جو جھپکی تو خسار پایا  
صدائیں آئیں کہ لپٹے وہ نیم فردوس آ رہی ہے  
بڑھے کپتے ہوئے خوشی میں دکھایا دریا جو شنگی نے  
اٹھی جو میداں میں گر ویم، اٹھے کہ لیلیٰ کی ہر سواری  
اڑا جو پردے کا ایک گوشہ، نظر پڑا در پہ اُن کا جسلوا  
اُداس جنگل میں نور دیکھا کہ موجزن ہے قریب دریا

اسے کلی کو یہ ہو گیا کیا؟ ابھی تو یہ مسکرا رہی تھی  
ابھی تو یاں بادِ صبح گاتھی، گلوں کو جھولا جھلا رہی تھی  
سنا کہ فصلِ گل آ رہی ہی، چمن میں پہنچ تو جا رہی تھی  
پلٹ کے دیکھا تو بادِ سرِ فضا میں پرچم اڑا رہی تھی  
قریب پہنچے تو ریگِ صحرا شعاعوں سی جگمگا رہی تھی  
گئے امیدیں سے تو دیکھا، ہوا بگولے اڑا رہی تھی  
جو گھر سے باہر نکل کے دیکھا، صبا دریچے ہلا رہی تھی  
بڑھے تو اک نوجوان بیوہ چٹاکی سُرخ بڑھا رہی تھی

نظر نے دیکھا کہ شوخ تکی فضا میں پرواز کر رہی ہے      نگہ جہانی تو زرد پٹی ہواؤں میں بکھر بکھرا رہی تھی

تجلیوں کے مشاہدہ سے نگاہ اب میری پھر گئی ہے  
نظر نے اتنے دیے ہیں ہموں کو، بصارت آنکھوں سے گر گئی ہے

## داغ جگر بیچتا ہوں

لے لیتو! میں داغ جگر بیچتا ہوں  
جہاں سنگریزوں پہ گرتے ہیں گاہک  
جہاں قدرداں جمع ہیں تلخینوں کے  
جہاں خار و خس کی خریداریاں ہیں  
پرستاریاں ہیں جہاں ظلمتوں کی  
جہاں دردِ دل کا مخالف ہے عالم  
جہاں جستجوئے سکونِ حشر ہے  
جہاں سات پردوں میں رہتی ہے جرأت

بہ نرغِ خرف تاج زر بیچتا ہوں  
وہاں جنسِ نعل و گہر بیچتا ہوں  
وہاں قند و شہد و شکر بیچتا ہوں  
وہاں موجِ گلہائے تر بیچتا ہوں  
وہاں نورِ شمس و مہر بیچتا ہوں  
وہاں دردِ دل کا اثر بیچتا ہوں  
وہاں آرزوئے سفر بیچتا ہوں  
وہاں جذبہ پردہ و رنج بیچتا ہوں

جہاں پستی بام و در ہے گوارا !  
 جہاں ہر کبوتر ہے قانع فقس میں  
 جہاں برف و شبنم سے وابستگی ہے  
 جہاں دست و پاشل ہیں پیائیوں سے  
 جہاں ترک یک موبھی ممکن نہیں ہے  
 جہاں انس ہے تنگ دامانیوں سے  
 چھپا کر روین و قوافی کے اندر  
 گدا ہوں، مگر وہ گداے عسّی دل  
 صدا دو، کہ بازارِ نوع بشر میں  
 نہ ہو گا کوئی مجھ سا بھی پیرہ قمیص  
 کوئی مشتری ہو تو آواز دیدے  
 وہاں رفعت بام و در بیچتا ہوں  
 وہاں دولستِ بال و پر بیچتا ہوں  
 وہاں ذوقِ برق و شر بیچتا ہوں  
 وہاں تیغِ فتح و طفہ بیچتا ہوں  
 وہاں خواہشِ ترکِ سر بیچتا ہوں  
 وہاں وسعتِ بحر و در بیچتا ہوں  
 میں، دل بیچتا ہوں، جگر بیچتا ہوں  
 کہ، تاج و کلاہ و کمر بیچتا ہوں  
 تمنائے روح بشر بیچتا ہوں  
 کہ بازارِ شب میں سحر بیچتا ہوں  
 میں کجخت جنسِ اہنہ بیچتا ہوں

سخن کے ہیں دیوں تو بہت جوش بہا جس  
 مگر، میں، برنگِ دگر بیچتا ہوں



# فریبی

چمن کی خاک نے تادیر کی عرق ریزی  
مٹا کے نقشِ دوستی خُصیدِ رنگِ دبو کیلئے  
کشافِ توں میں لطافت کی شمعِ روشن کی  
گھٹا کی جیبِ اشئ، فضا پہ ڈالے دام  
گذشتہ زہرہ جبینوں کے، دل نشیں ذرات  
دیئے گئے تھے نباتات کو چور و زائل  
جمالِ خاکِ نشیں کو دکھائی راہِ فلک  
تڑی زمین سے لی، آسمان سے گرمی  
بھگو کے رنگِ مینِ ترات کی بنائیں، نہیں  
کہ گھٹ کے آرزوئے محکم گل نہ رہنے پائے  
مہینِ جاں سے بُن کر زمیں کی تیر میں بچائے  
منو کے ظلمتِ افسردہ میں چراغِ جلائے  
قدم پہ شمس کے تڑپنی، قمر کے ناز اٹھائے  
نفس کی لَو پہ بڑے اہتمام سے پگھلائے  
کمالِ حسن و لطافت کو وہ سبقِ دوہرائے  
جمودِ زیرِ زمیں کو تپشِ کرا زبت سائے  
صبا سے عطرِ بخوڑا، کرجِ رنگِ چُرائے  
اور ان ہتھوں میں تکلف کے ساتھ نقشِ بٹھائے

گرہ لگائی پھر اک، مثلِ زنگِ مسرور  
اور اس طرح کہ ہواؤں کی رُو میں کھلتی جائے

اور ان تمام مراحل کے بعد۔ ایک کلی چمن فروز ہوئی پتیوں کی منہ کو چھپائے

اور اس کے بعد جو دیکھا تو شام کے ہسنگام  
پڑی ہوئی تھئی سرخاک، تاو کسٹم کھائے

یہ کیا نظام ہے معبود! باغ ہستی کا !  
کھلے جو صبح کو، وقت غروب کھل جائے  
جب ایک پل میں ہو تعمیر ماہ و سالِ خراب  
تو کس امید پہ کوئی فریب تکی کھائے؟

بیا کہ قصرِ امل سخت سُست بنیاد است  
بیار باد، کہ بنیادِ عمر برباد است

(مآظ)

## ہستی بیستاب

سکوں نہ ڈھونڈھ کہ صبحِ ازل سے ہے اب تک  
کوئی اُدھر ہے پریشاں قبائے زر کے لئے  
نکاحِ ناز میں ہے حرفِ دلِ بے چین  
صدائے لئے سے اُدھر مست، ساقی تو خیز  
ضمیرِ ارض و سما، روحِ مرد و زن بیستاب  
کسی کے دل میں اُدھر حسرتِ کفنِ بیستاب  
زبانِ شوق میں ہے شعلہٗ سخنِ بیستاب  
ہوائے گل سے اُدھر بادۂ کہنِ بیستاب

ادھر حسام کی جھنکار سے ہے رن بیتاب  
 ادھر نسیم سے گیسو کی ہر شکن بیتاب  
 ادھر حجاب جنوں خیز سے چمن بیتاب  
 ادھر فروغِ رُخ بُت سے برہمن بیتاب  
 ادھر نفاق کے سینے میں سورطن بیتاب  
 ادھر فریبِ محبت سے کوہ کن بیتاب  
 ادھر فراق میں بستر کی ہر شکن بیتاب  
 ادھر شکوہِ مشیت سے اہرمن بیتاب  
 ادھر تہیہِ محمودِ بُت شکن بیتاب  
 ادھر پدر کے لئے بوئے پیرمن بیتاب  
 ادھر کلاہِ جوانی میں بانگپن بیتاب

ادھر ترانہِ مطرب سے ، بزمِ زیرو زبر  
 ادھر کشاکشِ گیسو سے ہر دل آشفتہ  
 ادھر سیاستِ خورشید سے بیباں گرم  
 ادھر گدازِ چراغِ حسم سے شیخ کو وجد  
 ادھر خلوص کے دل میں عقیدتیں بے چین  
 ادھر تنہیِ رقابت سے مضطرب خُرد  
 ادھر دصال میں زلفِ نگارِ ژولیدہ  
 ادھر تہِ وِ انساں سے سرگراں یزداں  
 ادھر تجلِ اصنام ، لرزہ بر اندام  
 ادھر لپیر کے لئے چشمِ کور گرم تلاش  
 ادھر ہے قامتِ پیری پہ زہ کمانِ قضا

غرض کہ ، شرح کہاں تک ہو ، مختصر یہ ہے  
 کہ انجن کی ہے ، ملے جوش : انجن بیتاب

# بھٹکی ہوئی نیکی

ہر شے کو مسلسل جنبش ہے، راحت کا جہاں میں نام نہر  
 بچھائی ہے فضا پر تشہ لپی، مفقود یہاں سیرانی ہے  
 اس بزمِ خلش کا ہر ذرہ، بچپنیوں کے انبوہ میں ہے  
 لیلائے سماعت مضطرب ہے، عشرت کے ترانے سننے کو  
 ہیجان ہے چشمِ بستی میں، رفعت کا نوشتہ پڑھنے کا  
 ہر موم کو دھسن ہے شمع بنے، مضطرب ہے گھل جانے کیلئے  
 انکاروں پہ شعلے لوٹتے ہیں، بجلی پہ تفوق پانے کو  
 بیچپن بگولہ قصاں ہی، آندھی پہ شرف پانے کیلئے  
 ہر قطرہ دریا غلطاں ہے موتی پہ تسلط پانے کو  
 ہر دل میں، غرض اک کا ہش ہی، امید کا ساغر بھر نیکی  
 ہر لمحہ یہ خواہش (و حافی، جذلوں کو ابھارا کرتی ہے

اس عالم سعی کاوش میں انساں کیلئے آرام نہیں  
 ہر جسم میں اک بچپنی ہے ہر روح میں اک بتائی ہے  
 اک رشتہ پیہم کاہ میں ہے، اک ریش پہناں کو دہیں ہے  
 ہر نقص کا دامن پھیلا ہے تکمیل کی کلیاں چھنے کو  
 اک نقش ہے رتی کرنیکی۔ اک جوش ہی آگے بڑھنے کا  
 ہر سنگ کا سینہ جلتا ہی پارس میں بدل جانے کیلئے  
 چنگاریاں مرغِ نسل ہیں تاروں کی جگہ کھل جانے کو  
 جو موج ہے پیچ و تاب میں ہر دھاسے کو الجھ جانے کیلئے  
 ہر ذرہ خاکی اڑتا ہے خورشید سے ٹکھانے کو  
 ہر شے کی تڑپتی فطرت میں، خواہش ہے رتی کرنیکی  
 میدان کے پتے دڑوں کو سورج ہی پکارا کرتی ہے

وہ چور جو شب کے پردے میں سرقے کی غرض سے آتا ہے  
جو نیند کی مانی بستی پر ظلمت کی طرح چھا جاتا ہے

اک ایسی ہی خواہش اکو بھی، چوری کیلئے اُکساتی ہے  
سارق بھی فرشتوں ہی کی طرح تسکینِ طرب کا جویا ہو  
رہبر ہو کہ رہزن دونوں میں تسکین کی خواہش یکساں ہے  
عارف نے یہ سمجھا آسائشِ شکوں کو گر کر ملتی ہے  
صوفی نے یہ سمجھا وہ دل کے پیمانہ میں مل جائے گی  
پس ذوقِ طرب میں انسان ہٹا ہو سدِ رخاںوں میں  
جالِ اسبچہ نہ ڈال لے صید فگن، یہ باہرِ حرم کا طائر ہے  
جتنے بھی زمین پر مجرم ہیں، خواہش ہی کو زیرِ فرماں ہیں  
جس طرح کی خواہش نورانی، دیوتاؤں میں پائی جاتی ہو  
ہر چند کہ اس نے قسمت سے تسکین کا رستہ کھویا ہے  
ہر چند وہ سیدھی راہ پہنچ رہی، یہ راہ بھٹک کر حیراں ہے  
قاتل نے یہ سمجھا انسان کا وہ خون بہا کر ملتی ہے  
میکش کی سمجھ میں یہ آیا میخانے میں مل جائے گی  
ہے اہل میں وہ بھی دُنیا کے معصوم ترین انسانوں میں  
آیا ہے بھٹک کر دیر میں جو گمراہ نہیں تھے، زائر ہے  
ہر مجرم کے یہ محضر پر خواہش ہی کی جہریں تاباں ہیں

المختصر، ان تشریحوں سے، ہم پر یہ حقیقت کھلتی ہے  
کہتے ہیں جسے دُنیا میں "بدی" بھٹکی ہوئی وہ اک "نیکی" ہے



# مشاعر

ہر نفس، یہ کس کے جلووں کی خبر پاتا ہو نہیں  
 منظرِ آتی پہ تابندہ یہ کس کا جہاں؟  
 سامنے آتی ہیں جب صبحیں برا فگندہ نقاب  
 ہر کلی میں دیکھتا ہوں ایک چشمِ نیم باز  
 ایک اک پتہ ہے مکتوبِ عروسِ رنگ و بو  
 چرخ پر ایک ایک تارے میں جھلکتا ہر جمال  
 نقطہ ہائے نور پر ہیں تیرگی کے دائرے  
 خاک کے تودوں پہ ہر سہماںِ عالم کی نگاہ  
 کاتینے لگے ہیں جب تارے بساطِ چرخ پر  
 ناخنِ غم چھیڑتا ہے جب رگِ جاں کا ستار  
 جلوہ گاہِ ناز میں جس وقت رکھتا ہوں قدم  
 شکر کے سجدوں میں بیانی کا سراپا ہو نہیں  
 خیرہ پہنائے دو عالم کی نظر پاتا ہو نہیں  
 دل میں یہ کس کے تبسم کا اثر پاتا ہو نہیں  
 ہر چین کو اک بہشتِ مخمور پاتا ہو نہیں  
 باغ میں ہر شاخ کو پیغامِ سراپا پاتا ہو نہیں  
 خاک کے ایک ایک ذرے میں نظر پاتا ہو نہیں  
 ظلمتوں میں گردشِ شمس و مہر پاتا ہو نہیں  
 ہر قدم پر ساز و برگِ بام و در پاتا ہو نہیں  
 عالمِ اسباب کو زیر و زبر پاتا ہو نہیں  
 دل میں لیلائے طرب کو جلوہ گر پاتا ہو نہیں  
 اس گرہ کو حلقہٴ بیرونِ در پاتا ہو نہیں

دیکھتا ہوں جس قدر گہری نظر سے بار بار  
 ہر نظر، رُخ پر دکھائی ہوا اک آبِ تاب نو  
 ثبت ہے تصویر کے رُخ پر مصوّر کا جمال  
 دوڑتا ہے نبضِ خس میں باقی سوزاں کا لہو  
 اشتیاقِ ادج میں ہیں ناتراشیدہ اہم  
 ناخنِ حکمت پہ کرتا ہوں بھروسا جس قدر  
 تہہ میں کیا جلوے ہیں انکی شرح تو ممکن نہیں  
 دل میں جب آتا ہے صانع کے مصالح کا خیال  
 بستہ یک آرزوئے مشترک ہے کائنات  
 راہِ حق ہی میں نہیں ہیں حُسن کو نقشِ قدم  
 حُسن کو پہلے سے کچھ پاکیزہ تر پاتا ہوں نہیں  
 ہر نفسِ جلوے میں اک شانِ گر پاتا ہوں نہیں  
 آئینے میں جلوہ آئینہ گر پاتا ہوں نہیں  
 سینہٴ بشیم میں طوفانِ شہرِ پاتا ہوں نہیں  
 پتھروں میں جنبشِ ہندبالِ گر پاتا ہوں نہیں  
 عقدہٴ اسرار کو چھپا دہ تر پاتا ہوں نہیں  
 سطحِ دریا پر بھی اک موجِ گہر پاتا ہوں نہیں  
 عیب کی فطرت کو لبریز ہنر پاتا ہوں نہیں  
 کس قدر افساد کو شیر و شکر پاتا ہوں نہیں  
 گمراہی کو بھی کسی کی رہ گزر پاتا ہوں نہیں

پھر تعجب کیا، کہ اس تردامنی کے باوجود  
 جوش کو منجملہ اہل نظر پاتا ہوں میں

# بارگاہِ شجرِ مزور

یہ بارگاہِ شجر ہے، جھکتے ہیں سر یہاں  
 چوٹی ہے نختوں نے یہ خاکِ فساد کی  
 اس راستے کی شمع ہے روحِ الایں کی سائز  
 اس کشورِ فراق کی مدہوشیاں نہ پوچھو  
 گونجی ہوئی ازل سے گلہ بانگِ بے خودی  
 معمورۂ خیال میں ہنگامِ ناؤ و نوش  
 پڑتی ہے آکے قلبِ پسینِ ازل کی ضرب  
 اللہ سے سرود کہ اجسادِ کائنات  
 اس دائرے میں منصبِ کام و دہن ہر اور  
 ہاتھوں پہ صبح کو طبعِ زر لے ہوئے  
 باطل، فسانہ کرۂ ارض و دورِ چرخ

قطعِ نظر سے ہوتی ہے پیدائش یہاں  
 ڈالی ہے رختوں نے فلک کی سر یہاں  
 روشن کبھی ہوا نہ چرخِ نحس یہاں  
 شاہوں سے، فاقہ مست ہیں سودہ تر یہاں  
 یعنی احادیثِ عقل نہیں معتبر یہاں  
 کرتے ہیں رقصِ زہرہ و شش و سیمبر یہاں  
 آئینہ توڑ دیتا ہے آئینہ گر یہاں  
 ہر زیر و بزم پہ ہوتے ہیں زیر و زبر یہاں  
 تلخی میں بھی ہے دولتِ شہد و شکر یہاں  
 آتے ہیں آسمان سے پیغامِ سر یہاں  
 یہ دائرے ہیں حلقہٴ بیرونِ در یہاں

پیغمبری کی فہر ہے داغ جگر یہاں  
 بنے ہیں رنگِ شام سے دیوار و دیہاں  
 ہوتی ہیں آسمان پہ راتیں بستر یہاں  
 رکھتا ہے آفتاب کے زانو پہ سر یہاں

پر دانہ معرفت کا ہے دل کی شکستگی  
 ہوتے ہیں نور صبح سے تعمیرِ سقف و بام  
 اڑتی ہے سوئے چرخ بریں کو روح شوق  
 بہ ذرہ فقیر بعد ناز و دلبری

کیا پوچھتا ہے جو لاشِ تصور کے معجزے  
 ہر سانس میں ہے ارض و سما کا سفر یہاں

## ہم لوگ

مگر، امانتِ فہل بہار ہیں ہم لوگ  
 مگر، پیامِ ثبات و قرار ہیں ہم لوگ  
 وہ دستِ غیب کے نقش و نگار ہیں ہم لوگ  
 وہ کبر و دستِ آئینہ دار ہیں ہم لوگ  
 لباسِ فقر میں وہ شہر بار ہیں ہم لوگ  
 وطن میں رہ کے غریبِ الدیار ہیں ہم لوگ

خزاں کے خور سے ہر چند خوار ہیں ہم لوگ  
 ہر ایک سانس ہے گو صد ہزار حشر بدوش  
 جلال چھو نہیں سکتا ہی باد و باران کا  
 زمیں سے کرتے ہیں ناز اور آسماں سے غرور  
 عیاں ہیں جن پہ نئی دستیابِ سلاطین کی  
 جہاں میں ہیں، مگر اہل جہاں کام نہیں

کسی مقام پہ حاصل نہیں قرار ہمیں  
 جو اینوں کو ہمیں سے ملی ہے نعمتِ ناز  
 فسرہ غم ہستی سے کھینچتے ہیں شراب  
 چین میں سنتے ہیں ہر صبح نغمہِ اہسام  
 جگہ ہے وقت کا اپنی جناب میں چاک  
 حیات و موت کی پست و بلند راہوں میں  
 نفس میں سنتے ہیں آہٹ کسی کو قد مونگی  
 وہ جبر و دست جیسے "اختیار" کہتے ہیں  
 محیطِ سکہ مقلوب کے طلاطم میں  
 بیات کی ابدی رات کے اندھیرے میں  
 بجھے پڑے ہیں مانہ کے ہاتھ ہر چہرہ  
 ادب سے آؤ ہمارے حضور اصلِ نظر!  
 نگاہِ روبرو، اے روحِ نعمتِ دارین

مثالِ جئے رواں بہنیرا ہیں ہم لوگ  
 وہ رازِ طرہ زلفِ نگار ہیں ہم لوگ  
 بساطِ عیش پہ بادِ خوار ہیں ہم لوگ  
 امینِ زمزمہ شاعر ہیں ہم لوگ  
 وہ قلعِ غم لیل و نہار ہیں ہم لوگ  
 خرامِ ابرسہ کو ہمار ہیں ہم لوگ  
 نہ پوچھ، کیوں ہم تیں نظر ہیں ہم لوگ  
 اس اختیار سے بے اختیار ہیں ہم لوگ  
 سفینہٴ زرِ کامل عیا رہیں ہم لوگ  
 چراغِ عابدِ شبِ زندہ دار ہیں ہم لوگ  
 مگر پیمبرِ برق و شہدائے ہم لوگ  
 جہانِ صن کے پروردگار ہیں ہم لوگ  
 بہ ہوش باش کہ یزداں شکا ہیں ہم لوگ

بس اس خطا پہ کہ ہیں محرمِ رموزِ حیات  
 شکاکش مکشِ روزگار ہیں ہم لوگ



## تحفہ مکر

لے روحِ عصرِ حاضر ہندوستان نو  
اس مصحفِ عظیم کی اللہ سے وسعتیں  
ہر منظرِ حیات کو دیکھا ہے غور سے  
رکھی ہے جس مقام پر روح الامیں کی مائیں  
لایا ہوں بزمِ ورزم کی ارضِ تضاد سے  
کتنی شبوں کے طاق میں کھکھراہِ دل  
اس کی خبر بھی ہے کہ بنایا گیا ہے لحن  
ڈھالے ہیں مرغزار و گلساں کی شکل میں  
گوندھی گئی ہے مائیں میں خبر بھی ہے  
کس کو خبر، نراش کے کنِ ظلمتوں کا دل  
میں تجھ سے کیا کہوں کہ سخن میں کیا ہو حل

لایا ہے اک صحیفہ، سنداں ترے لئے  
ہر مدسے مشرقین بد اماں ترے لئے  
چھوڑا نہیں کا ایک بھی عنوان ترے لئے  
دل کو وہاں کیا ہی پرافشاں ترے لئے  
طیبلِ جنگ سازِ شبستاں ترے لئے  
پرکھی ہے روحِ عالم امکاں ترے لئے  
کتنی شبوں کا گریہ پہناں ترے لئے  
کتے ہیبت تیرہ بیا باں ترے لئے  
کن ہوشوں کی لف پیشاں ترے لئے  
لایا ہوں میں یہ چمچہ حواں ترے لئے  
کس شوخ کا تبسم پہناں ترے لئے

واقف بھی ہے ہر لمحہ سخن میں تھی ہر طرف  
 کس آنکھ ٹریوں کی جنبشِ مژگاں ترے لئے  
 لایا ہوں وزن و شعر کی منزل میں کیا ہوا  
 کیونکر جراتِ دلِ انساں ترے لئے  
 تعبیر کی ترازوئے نرم و ہفتہ میں  
 تو لے ہیں کتنے خوابِ یشاں ترے لئے  
 کیا پوچھتا ہے جوشِ کی بربادیوں کا حال  
 پرنے سے کب سے جیٹ گریاں ترے لئے

## آوازِ شاعر

میں نے میں پر مصحفِ احساس کی تفسیر ہوں  
 عشق کی تنویر، خوابِ حُسن کی تعبیر ہوں  
 جود و عالم کی حدیں بکڑی ہوئے زنجیر ہوں  
 میں ستاروں کی زبان ہوں چاند کی تحریر ہوں  
 میری نظیں روشنی ہیں قلبِ حق آگاہ کی  
 یہ سُنہری گنجیاں ہیں قصرِ ہمد و ماہ کی  
 شہدِ میری گفتگو، سانسِ ہر میری کلاب  
 نطقِ سی میہ نمایاں ہے تخیل کا شباب  
 پیکرِ خاکی ہوں، لیکن وہ طلسمِ آب و تاب  
 جس کے ہر ذرہ میں گردش کر رہا ہے آفتاب

ڈالتا ہوں پر تو گلشن خس و خاشاک پر  
 عرش کی ٹہریں لگاتا ہوں جبینِ خاک پر  
 وارثِ کونین ہوں میرا کوئی ثانی نہیں  
 مسکراتی ہو غروبِ عرش پر میری زمیں  
 مہرے قدموں پر چٹکی رہتی ہو فطرت کی جبین  
 ظالم و سہرکش عناصر میں ہے زیرِ نیکیں  
 رقص کرتا ہے نظامِ دہر میرے ساز پر  
 کاروانِ روح چلتا ہے مری آواز پر  
 ناز سے گلشن میں صحتی ہو میرے لئے  
 خجوم کر آتی ہو ساون کی گھٹا میرے لئے  
 حسن کو بخشے گئے ناز و ادا میرے لئے  
 ساز سے بانہر نکلتی ہے صدا میرے لئے  
 صبح کے رنگین غنچوں میں ترنم مجھ سے ہے  
 چاندنی راتوں میں اندازِ تبسم مجھ سے ہے  
 بیج کو غنچوں میں دے آتی ہے جب پہلی کرن  
 چاندنی میں جب جھلک اٹھتا ہو برگِ یاسمن  
 مجھ سے شبنم کی زباں ہوتی ہو سرگرم سخن  
 عشق ہوتا ہے مری محفل میں صدرِ سخن  
 زمزمے سنتا ہوں شب کی محفلِ خاموش میں  
 حُسن آجاتا ہے تاروں سے مرے آغوش میں  
 سرد ہو بائیں جب یاروں کی قندیلِ دماغ  
 تیرگی میں اور بھی چمکیں گریں دل کے دماغ



صحرا میں غار، صحن چمن میں گلاب ہے  
 فطرت کے میکدے میں ہفتی شراب ہے  
 صہبائے روزِ ابرو شبِ ماہتاب ہے  
 گوہر کے رُخ پہ موج کی چادر نقاب ہے  
 جس کو سمجھ رہا ہے تجلی، عجاب ہے  
 تیری ہی ہے خبر، یہ نگاہِ شباب ہے  
 ہر سانس ایک عالمِ صدِ انقلاب ہے  
 ہر لمحہ، ایک منزلِ روزِ حساب ہے  
 اوچھا سا اک خیال پریشانِ خواب ہے  
 جب شمع جل بھی نہ پیش ہوئے تاب ہے

نہ رن اک حقیر خاک کی نیرنگیوں کو دیکھ  
 سن، اے حریفِ بادۂ انگوڑو بزمِ کیف  
 دیکھ اس طرف، کہ جامِ طلوع و غروب میں  
 لہروں کو چھوڑ، بحر کو گہری نظر سے دیکھ  
 دھوکا ہے یہ نگاہ کا، اللہ! باز آ!  
 جس حسن و لفریب پہ یوں فتن رہا ہر سر  
 بیگانہ حقیقتِ انفاس، ہوشیار!  
 ہر جنبشِ نگاہ ہے اک انقطاعِ فصل  
 جی بھر کے بزمِ عیش میں ارماں نکالنا  
 صد گرمی حیات ہے اک سوزِ نامتسام

حسرت نکل گئی تو ہے ناکامیاب دل  
 حسرت مچل رہی ہے تو دل کامیاب ہے

# تختین کے پھول

رات کے ہنگام جب ہوتا ہے اک عالم خموش  
 کھولتی ہے اپنے شہر چب سہیلی دوست کی  
 کاروان کش مکش ہوتا ہے جب مصروف غائب  
 کوئی پراسرار قوت، کوئی روح مختشم  
 دفعتاً چھڑتے ہیں پھر ارض و سما کے زمزمے  
 دل میں ہوتا ہے مرے نادر خیالوں کا ہجوم  
 بہرِ پاؤسی فرشتوں کو صدا دیتا ہوں میں  
 لکھ رہا ہوں کیا، نہیں ہوتی مجھے مطلق خبر  
 یوں قلم کرتا ہے جنبشِ بات میں بے اختیار  
 یوں فضا میں نقشِ ابھرتے ہیں پھر آتے ہوئے  
 کس قد اسرار سے معمور ہیں جلوے ترے

بادِ خواب آور سے جل اٹھتی ہریاں قندیل ہوش  
 دوڑ جاتا ہے مری نبضوں میں خونِ زندگی  
 ہنس کے میرے دل کی بیداری اٹھتی ہے نقاب  
 شعر کہنے کو مرے ہاتھوں میں دیتی ہے تسلیم  
 اک کرن سی دائرہ میں گھیر لیتی ہے مجھے  
 مسکرا کر دیکھنے لگتے ہیں گردوں سے نجوم  
 آسماں کو اپنے قدموں پر جھکا لیتا ہوں میں  
 انگلیوں پر اک جلالی شان آتی ہے نظر  
 اک طرب آمیز دہشتِ دل کے چھو لیتی ہے تار  
 جس طرح ساحر کے لب، افسوں کو دوہراتے ہوئے  
 لے لے تیر خیز جلوے لیلیٰ تختنیل کے



شب کو تیری قربتِ الہام پر درکالتیں  
تو پری ہو یا فرشتہ، روح ہو یا دھم  
نما کہ میں وہ شہد بار الفاظ وہ شیریں قضا  
روح پرور وہ صلے، وہ تمجید کز زمزم  
کھولتا بے درجہ میں قفلِ سماں، بابِ زمیں  
آکسی دن میرے آگے، شکلِ انسانی میں آ  
پٹھری سے وہ تبسم، وہ صدائیں دلکش  
جو بطور داد پائے ہیں مجھے اشعار نے  
سر عقیدت سے جھکا کر اے نہفتہ عنم گسار  
ڈال دوں گردن میں تیری گوندھکاں سب کا ہار

## خطِ رفتار

دیکھ چشم غور سے، راہوں میں قدموں کے نشان  
بعض نفیث پاہیں، کچھ سمٹے ہوئے سے مضحک  
اور کچھ ابھرے نظر آتے ہیں فریش خاک پر  
کچھ نشان ہیں ہلکے ہلکے دلفریب و دل نشیں  
یہ یکسر ہیں کہ جنبش میں ہے نبضِ کارواں  
جن سے ظاہر ہو کہ تھے پڑمردہ ان لوگوں کے دل  
لے رہا ہے جن میں انگڑائی غم و مال و زر  
جن سے ثابت ہو کہ یہ ہر وقتے شاید ناز نہیں  
جن کے ہر خط میں پُراقشاں ہے تمت کا لہو  
کچھ نشان ایسے بھی ہیں پامالِ بارِ آرزو

فرطِ ناکامی سے دل دھڑکا دھڑک کر ختم گیا  
 اور کچھ بے چین ہیں آنسو بہانے کے لئے  
 جن سے ثابت ہے کہ یہ شاعر کے ہیں نقشِ قدم  
 یہ نشانِ پاہیں، اوراقِ کتابِ زندگی  
 لکھ گیا ہے خاک پر کیا کیا مسلم رفتار کا !

کچھ نشان ایسے ہیں گویا خون سارا جسم گیا  
 بعض میں آمادگی ہے مسکرا نے کے لئے  
 کچھ ہیں یوں زبردِ زبر، نغمے کے جیسے زبردِ بزم  
 اے مسافر دیکھ شانِ پیچ و تابِ زندگی  
 حرف ہیں ذروں کے، دفترِ راہِ ناہموار کا

دینِ احساس میں تسبیح کے دانے ہیں یہ  
 بزمِ گاہِ جادۂ ہستی کے افسانے ہیں یہ

---

# بازی غیبِ مکر

اے شوخ دل سے تیری شوخی کو مانتا ہوں      اکسیر آج اگر ہوں، کل خاک چھانتا ہوں

تو کھیلتا ہے مجھ سے میں خوب جانتا ہوں

گھٹ کر بھی ہوں قطرہ، بڑھ کر بھی ہوں دریا      آج ابتدا کا جلوہ، کل شانِ انتہا ہوں

تو کھیلتا ہے مجھ سے میں خوب جانتا ہوں

عصیاں کی گھاٹیوں میں، طوقاں ہوں تیرگی کا      عصمت کے آسماں پر، خورشیدِ حق نما ہوں

تو کھیلتا ہے مجھ سے، میں خوب جانتا ہوں

آج، آفتابِ عزت، کل ذرہٴ حقارت      آج آشنائے صحت کل دردِ لادوا ہوں

تو کھیلتا ہے مجھ سے، میں خوب جانتا ہوں

میرا بھی کوئی جلوہ، آندھی کی زد پہ شعلہ      میری بھی کوئی ہستی، دم بھر میں کیا ہو گیا ہوں

تو کھیلتا ہے مجھ سے، میں خوب جانتا ہوں

اک عمر ہو چکی ہے، یوں ہی مجھے سلگتے      ایک آنچ کی کسر ہے، اکسیر ہو چلا ہوں

تو کھیلتا ہے مجھ سے ، میں خوب جانتا ہوں

## جنان

دیکھ لے انساں ! یہ کیا شے جا رہی ہے دوش پر؟  
 کون یہ اوڑھے کفن ، ہا حشر سونے کیلئے  
 اشک بن کر نور کیوں اس کی نظر کا بہہ گیا  
 تجھ سے کچھ اس خاک کی ادا ہو سکتی نہیں؟  
 ہاں ، خدا را اک نظر ، اس پیکر خاموش پر  
 جا رہا ہے قبر کی خوراک ہونے کے لئے  
 سوچ ، یہ کیوں دفعۃً خاموش ہو کر رہ گیا  
 اب یہ سستی حشر تک آباد ہو سکتی نہیں  
 ناز تھا جس صبح نورانی پر اس کی شام دیکھ

دیکھ اپنے شاندار آغاز کا انجام دیکھ

بے خبر یوں سو رہا ہے آج جو اوڑھے کفن  
 اس کی راتیں بھی تبسم کی طرح شاداب تھیں  
 خون میں اسکے بھی اک ہلچل تھی ، اک طوفان تھا  
 وہ اُمٹگیں ، وہ نشاطِ کامرانی کیا ہوئی  
 ایک دن اس نے بھی پہنا تھا عروسی پرہن  
 اس کے دل میں بھی ہزاروں حسرتیں بیتاب تھیں  
 یہ بھی تیری طرح ، جیتا جاگتا انسان تھا  
 کیا ہوئی ، وہ زندگی کی لہن ترانی کیا ہوئی

موت کے آتے ہی چہرہ زرد ہو کر رہ گیا      ایک جھونکے میں یہ شعلہ سرد ہو کر رہ گیا  
 اب تو افشا ہو گیا رازِ کمالِ زندگی،  
 اور غلامِ زندگی! دیکھ مآلِ زندگی!

## دُوری

یہ بُعد ہے سراسر، یہ محض فاصلہ ہے  
 دُنیا کی ہر وہ صورتِ دل کو بُھار ہی ہے  
 ہر چند کچھ نہیں ہے افتادگی کی ہستی  
 ہر دُور کی صدا میں ایک دُھن ہے ایک گستاخ  
 اہلِ خرد کی باتیں کب بے تدماستے ہیں  
 راز اس شیش کا ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں  
 پر دے میں اس شیش کے اک پاک آرزو ہے  
 انساں میں یہ خدا کی پوشیدہ جستجو ہے

# شاعر اور لیڈر

اتنا بھی اپنی ذات پہ کرتا ہے کوئی ناز  
 تیری نگاہ پردہ در زشت و خوب ہے  
 تو مضطرب ہے تسخیر اکسیر کیلئے  
 تو دوڑتا ہے افسر شاہی کی واسطے  
 تو سر میں نگ و نسل کا سودا لے ہوئے  
 بد ہے کوئی نظر میں تری، کوئی نیک ہے  
 سائی ہے تو بلندی و پستی کے واسطے  
 تجھ کو ہجوم فکر پریشاں کئے ہوئے  
 تیری نظر خراش کے پہلوئے لئے ہوئے  
 رنگ وطن ہے تیری جبین حیات پر  
 صندل کی طرح کام ترادرد سر میں ہے  
 میری طرف بھی نہ بکھ، اگر دل میں ہی گداز  
 میری نظر میں رازِ طلوع و غروب ہے  
 میں، زندگی کے خواب کی تعبیر کیلئے  
 میں، ارتقاء کے لامتناہی کی واسطے  
 میں محبت کائنات سے پیماں کئے ہوئے  
 میری نظر میں جلوہ کوئین ایک ہے  
 ناخن ہے میرا عقدہ ہستی کی واسطے  
 میں وجد میں تصورِ جاناں کئے ہوئے  
 میں، پردہ سہلے چشم میں آنسو لئے ہوئے  
 میری نظر ہے جلوہ گد کائنات پر  
 مرہم دلوں کے زخم کا میری نظر میں ہے



تو اب خوشگوار میں "صہبائے قوم" ہوں  
 تو "فکر قوم" ہے، میں "ممتائے قوم" ہوں  
 تو باغباں ہے اور مری ذات باغ ہے میں لہلہ ہوں اپنی قوم کا اور تو دماغ ہے  
 وہ دل ہوں جس میں سُرخ محبت کے داغ ہیں  
 ہر داغ پر نثار ہزاروں دماغ ہیں

## فسونِ آرزو

جس دن سے جبہ سا ہوں میں دل کے آسماں پر  
 روح شراب یعنی، آتسو پئے ہوئے ہوں  
 کرتا ہوں چاک صد ہا پروں کو ہر نفس سے  
 جیسی ہے میری دنیا، ویسی کہیں نہیں ہے  
 شرم کے ماہِ تاباں، منہ اپنا ڈھانپتا ہے  
 اوقاتِ برقِ رو کا مجھ پر اثر نہیں ہے

ہر جنبشِ نظر سے اڑتا ہوں آسماں پر  
 کوئین کی امانت دل میں لئے ہوئے ہوں  
 گلشنِ پہ صوفشاں ہوں تارِ کبھی نفس سے  
 اوپر فلک نہیں ہے، نیچے زمیں نہیں ہے  
 میرے پروں کا سایہ، تاروں پہ کانپتا ہے  
 میرے لئے نظامِ شمس و مہر نہیں ہے

لیلائے سمرمدی سے میری نظر لڑی ہے      زنجیر بے ثباتی، ٹوٹی ہوئی پڑی ہے  
 سجدے کریں فرشتے، میری وہ آبرو ہے      اور کیوں نہ ہو کہ میرے دل میں وہ آرزو ہے  
 جس کا فسوں نہ جائے کس کس پہ چل چکا ہے  
 غش کھا چکے ہیں موسیٰ اور طور جبل پنکا ہے

## کون ہے

کون کہنا چاہتا ہے مجھ سے اپنے دل کو راز  
 کس کا سایہ کاں پتا ہے یہ درو دیوار پر  
 یہ مرنے سینے میں، اے شب اسکیاں لیتا کون؟  
 یہ ہواؤں میں ہو کس کے سانس لینے کا گزار؟  
 جھانکتا ہے کون، ظلمت کا دریچہ کھول کر؟  
 یہ اندھیرے میں مجھ کو پیغام سادیتا ہے کون؟  
 کس سے میں پوچھوں یہ کیا انداز، یہ کیا طور ہے؟  
 خود یہ دل ہی کے کرشمے ہیں کہ کوئی اور ہے؟

# شاعر کا دل

کبھی دل فخر سے دیتا ہے آواز  
 کبھی فریاد کرتا ہے کہ مجھ پر  
 کبھی ہرزہ خاکی کا محکوم  
 کبھی ہے کامراں ہو کر بھی ناکام  
 کبھی لطیف خداوندی سے معصوم  
 کبھی مثرگاں کی جنبش سے کہن سال  
 کبھی اک تنکے سے ہلکا آسماں ہے  
 نفس کا ثقل بھی کوہِ گراں ہے  
 کبھی شمس و قمر پہ حکمراں ہے  
 کبھی ناکام ہو کر کامراں ہے  
 کبھی جو رُبِتاں سے شادماں ہے  
 کبھی صدیوں کی کاوش سوجواں ہے  
 وہ دل، ہم شاعروں کا آشیان ہے

دعاغوں پر کھلیں ہم کیا، کہ ہم کو  
 وہ سمجھے گا جو دل کا راز داں ہے

## معذرت

ہنسائیں اور زمانہ کی خوشی کا چڑھ گیا پارا  
مگر کھینچی جب آہِ سرود، قلبِ ناشکیبائے  
کہا میں نے، کہ اے وہ زلفِ اجور ہم نہیں ہوتی  
معادُ دنیا نے میرے ہفتے پر قہقہہ مارا  
تو غمِ خواری کجا، مڑ کر نہ دیکھا بھکاوِ دنیا نے  
شریکِ عیش ہوتی ہے، شریکِ غم نہیں ہوتی  
یہ سنت تھا، کہ دنیا نے کہا، بچی نگاہوں سے  
کہ مجھ کسبت کو فرصت نہیں خود اپنی آہوں سے

## فرشتے کی سیر

اک پاک فرشتے نے آکر در کھولا ہوا اک تارے کا  
پہلے تو اُسے کچھ دھندلا سا اک داغ دکھائی دیتا ہوا  
اول تو سیہ دھبوں کی طرح میدانِ نظر آتے ہیں اُسے  
کیا دیکھتا ہے وہ، دُنیا میں نفرت کا نشان لہرانا ہوا  
مشتاق تھا جو اک مدت سے اس دُنیا کو نظاری کا  
پھر موجِ ہوا میں ہلکا سا اک شورِ سنائی دیتا ہوا  
جب خوب نظر جم جاتی ہے انسانِ نظر آتی ہیں اُسے  
انسان کا انسان دشمن ہے، ایک ایک کو کھاؤ جاتا ہے

”انسان کیسی سہتی ہو؟ کیا کرتا ہے؟ کیا کہتا ہے؟  
 دنیا میں طرب کی تدبیریں کیا خوب نکالی جاتی ہیں  
 قوموں پہ قلاکت لائیکو شاہوں کے خزانے کھلتے ہیں  
 بیگانہ ہر نسل انسانی کو مین کی دل آویزی سے  
 سنجیدہ تریں افراد میں کئی نذر ہیں یاں او باشوں کے  
 فاتح کو نسیم آتا ہو، جب پسپا قومیں روتی ہیں!  
 معصوم فرشتہ روتا ہو تقدیر پہ ان نادانوں کی  
 عیبوں پہ فرشتے کی تھی نظر، وہ عیب کے باہر جانہ سکا  
 قانون سب یہ اس دنیا کا جو ڈھونڈو گئے وہ پاؤ گئے

سجیت: ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

اس تلمے سے بھی ناواقف ہیں تار میں یہ رہتا ہو!  
 فولاد کلا یا جاتا ہو، تلواریں ڈھالی جاتی ہیں  
 درس امن اماں کا دینے کو توپوں کو دہانے کھلتے ہیں  
 اس سخن کے پیاسے حیواں کو مطلب ہے فقط خونریزی سے  
 وجد آتا ہو خوبی انسان کو حلقے میں تڑپتی لاشوں کے  
 ایوان طرب کی، قبروں پر بنیادیں قائم ہوتی ہیں  
 تاریک نظر آتی ہو اسے گردوں سے جبین انسانوں کی  
 کھٹی معترضانہ اس کی نظر، خوبی کا خزانہ پائے کا  
 گرنیکا تصور کرتے ہو، ہر کام پہ ٹھوکر کھاؤ گے

دیکھو وہ فرشتے نے آپ تحقیق کی دل میں ٹھانی ہو  
 اس مرتبہ وہ کیا دیکھتا ہے، ہر ذرہ عالم تاباں ہو  
 اس جنگ جہاں کے حیلے سے بچپن ہیں قومیں ملنے کو  
 جتنی بھی دینا اپنی شرارت حد سے بڑھاتی جاتی ہے  
 سینے سے اندھیری راتوں کی تھنٹی ہو ضیا انسانوں میں

اب منظرِ عالم روشن ہو، اب صحن جہاں نورانی ہے  
 موتی کی طرح ہر آنسو میں مہتابِ تبسم غلطاں ہے  
 پڑ مردہ دلی کے سینے میں بیتاب ہیں غنچے کھلنے کو  
 اتنی ہی صد ویشکی سے نزدیک تر آتی جاتی ہے  
 فطرت کا نظام تعمیری ہو گرم غسل طوفانوں میں

ہر نفص کی بزمِ کاوش میں تکیں کا شعلہ لڑاں ہے  
 بادل کی گرج ہو یا غمہ، شب ہو کہ صبح نورانی  
 ہر حلقہ اپنی خدمت پر مامور ہے زلفِ برسم میں  
 سرگرم ہے روح جنگِ بدل تیغوں کے معطل کرتی ہیں  
 دھن خونِ دلِ امروز کو ہر گلکاری فردا بننے کی  
 رہ جائیں گے قتلِ غارت کے افکار فقط افسانہ بنیں  
 مٹ جائیں گے نقشے ظلمت کے آثارِ صیادِ بجائیں گے  
 خونِ بزنّاس سے طیارے، غارِ دہنیں اتارنے والے ہیں  
 کہتا ہے حوادث کو جو بُرا، ہمدرد نہیں ہو ظالم ہے!  
 المختصر ان ہنگاموں کو جب خوب فرشتہ دیکھ چکا

ہر موجِ تباہی کے اندر جبروتِ حیاتِ انساں ہے  
 ہر چیز میں ہے سرگرم تپشِ خورشیدِ عروجِ انسانی  
 ہر ذرہ خالی رکھتا ہر اک خاص مقام اس عالم میں  
 مصروف ہیں سارے نفص یہاں انساں کی مکمل کرتی ہیں  
 تیرا بکے دل میں کھولیں ہو تریاق کا دریا بننے کی  
 تلواریں کھینچ جائیں گی پُر ہول عجائب خانوں میں  
 قلعوں کے یہ گنبد سرِ فلک آئسو کی طرح بہہ جائیں گے  
 پستی کے دھوئیں سے چمکیلے مینار اُبھر نکلے ہیں  
 دراصل وہ روحِ عالم کی، ہمت شکنی کا مجرم ہے  
 بدواز کو باز و پھیلانے اور بامِ فلک سے دی یہ ندا

انساں کو خبر دو فطرت کے ارمان نکلنے والے ہیں،

لو ہے کی جہیں سے چاندی کے قوآرے چلنے والے ہیں!

۱۔ لفظ منارہ کو بغیر ترکیب مینار کہا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ لفظ اردو میں عام ہے۔ ۱۲۔ جوش۔



# دنیا اور شاعر

اے خدائے عشق! اے پروردگار رنگ و بو  
 اے! کہ تیری ہر نظر تفسیرِ رازِ زندگی!  
 کیا پھنسا ناچا ہوتا ہوں کوئی بیروں میں تو؟  
 کاوشِ ہستی پہ کیا مامور کرتا ہے مجھے؟  
 میں بھی تنکے چُن کے راووں آشیانی کیلئے؟  
 زور کیا؟ جس طرح بھی چلے سکتا ہے تو  
 کیا پھنایا ہے مجھے تو نے ہی بیہوشی کا تاج؟  
 عکس ہے تیرا ہی کیا یہ چُن کے رخسار میں؟  
 حُسنِ کل تو نے ہی میرے دل کو بختا ہو جنوں؟  
 حکم سے تیری ہی اٹھلاتی ہوئی آتی ہو کیا؟  
 کیا یہ تو نے ہی بھری ہو صنودِ خوش آہ میں

اے! کہ تیرے اک اشارے پر مدارِ آرزو  
 اے! کہ ہر ایک مائتِ مضراب سازِ زندگی  
 کیا جکڑنا چاہتا ہے مجھ کو زنجیروں میں تو؟  
 کام کرنے کیلئے مجبور کرتا ہے مجھے!  
 طائروں کی طرح دوڑوں انہ دانہ کیلئے؟  
 لیکن اتنی بات کیا مجھ کو بتا سکتا ہے تو؟  
 کیا بنایا ہے مجھے تو نے ہی وارستہ مزاج؟  
 کیا یہ شیرینی ہے تیری ہی زبانِ یار میں؟  
 نرگسِ خواباں کو تو نے ہی کھائے ہیں فنوں؟  
 نشے میں ڈوبی ہوئی برسات کی کالی گٹھا؟  
 کیا یہ تیرا ہی تبسم ہے شبِ مہتاب میں؟

اور یہ تو ہی ہے کیا جو تازے سے وقتِ سحر

مُسکراتا ہے دُھند لکے کا دریچہ کھول کر

یہ اگر سچ ہی، تو پھر تو کیوں ستاتا ہے مجھے  
ہوش اس طوفان میں شاعر کو آسکتا نہیں  
کتنی پیچیدہ مصیبت میں پھنسا یا ہے مجھے  
تابشِ توحید بھی ہے مشعلِ اصنام بھی  
جلوہ رنگیں بھی ہے، تاکید ضبطِ ہوش بھی  
عشق کی آنکھیں ہیں، آنکھوں میں بنائی بھی ہے  
حکمِ استقلال ہے ترکیبِ سیمائی کے ساتھ  
شورِ ادھر ہے، کامزن ہو جا عمل کی آہ میں  
اس طوفانِ مشورے میں، دیکھ کارِ روزگار  
میں ہوں تیرا پاساں ہر چند یہ کہتا ہے تو

بحر میں برپا ہے طوفاں اور سفینہ پاش پاش

باز میگونی کہ دامنِ ممکن ہشیارِ باش

بچھ سے پھر میں پوچھتا ہوں کیوں ستاتا ہے مجھے؟  
آبِ حیاں زہر ہے، آنسو ہی پیڑے مجھے  
کس لئے بیکار دیوانہ بناتا ہے مجھے؟  
زندگی کے راز کو وقف ہیں پیڑے مجھے

ڈالتا ہر بار کوئی شاعر مدہوش پر ؟  
 ڈالتا ہر بار ہی مجھ پر، تو اچھا ڈال دے  
 حُسن کے بکھری ہوئے ہیں بال میری دوش پر  
 حُسن کو میا کیاں کرنے نہ دی اس طور سے  
 پہلے ان جلووں پہ لکین بڑھ کر پڑا ڈال دے  
 اور اگر یہ ہو نہیں سکتا، تو حُسن پھر غور سے  
 بجلیاں جس نخل پر قصاں ہوں پھیل سکتا نہیں  
 تیری اس دنیا کا مجھ سے کام چل سکتا نہیں

میں پروں کو تولتا ہوں آشیانے کو سنبھال  
 یہ ہے دنیا، اور اپنے کارخانے کو سنبھال

## سہاگن بیوی

نیک تلمیح اس گنگا کے کنارے وقتِ شام  
 چرخ کی نیزگیوں سے گفتگو کرتا ہوا  
 جارہا تھا اک طرف بشارت چپتا ہڑکا نام  
 بھاڑیاں تھیں سبز دریا کے کنارے جا بجا  
 رنگِ عرفاں، روح کی تصویر میں بھرتا ہوا  
 راہ میں جاے لگے تھے، پتیوں پر گرد تھی  
 پھول کھلائے ہوئے تھوڑے سی مٹی مٹی ہوئے  
 لابی لابی گھاس پٹی تھی، پتا ورز رد تھی  
 جمع تھے اس طرح تپتے جا بجا سوکھے ہوئے  
 جس طرح شادی کر خیمے صبح کو اٹے ہوئے

جھاڑیوں سیووں بے پاؤں گذرتی تھی ہوا  
یوں پڑے تھوڑے پر شاخ گل شکونے چاک چاک  
طاؤر در ماندہ کوئی بول اٹھاتا تھا اگر!  
اور ستا سا وہ جس میں ہو گم آوازِ رعد  
اُس طرف رنگِ شفق نکھا چرخ پر چھایا ہوا  
خار و خس پر تیلیاں ہر سو پڑی تھیں بے خبر  
شام کا چہرہ غم پہناں کی کچھ اُتر آسا تھا  
خود بخود تار یک ساحل پر بھرا آتا تھا دل

بانسری کی دُور سے جس طرح آتی ہے صدا  
جیسے گردِ شمع وقتِ صبح پردانوں کی خاک  
ایک ستا سا چھا جاتا تھا کوہ و دشت پر  
دل پہ ہوتا ہی جو طاری نالہِ پیہم کے بعد  
اِس طرف دل کوہ و صحرا کا تھا مَر چھایا ہوا  
ابر کے دو ایک ٹکڑے تھے پریشاں چرخ پر  
پانی تھم تھم کر جو بہتا تھا تو ستا سا تھا  
بڑھ رہی تھی تیرگی رہ رہ کر گھبرااتا تھا دل

کہہ رہا تھا رنگ، غم کا ابر چھا جانے کو ہے  
ساتھ کوئی قیامت خیز پیش آنے کو ہے

جاتے جاتے ایک گوشہ کی طرف پہنچی نظر  
دیکھتا کیا ہے کہ دریا کی روانی ہو اُداس  
کانپ کانپ اٹھتی ہے جنگل کی سیاہی بار بار  
روشنی شعلوں کی اک پشانی زریں پہ ہے  
ہے رنڈا پاس رہ شمشیر جفا تو لے ہوئے

قرطِ غم سے رہ گیا شاعر کیلجہ تمام کر  
جل رہا ہے اک خبازہ، روشنی ہی آس پاس  
اٹھ رہے ہیں لاش کی شعلے، نضا ہی بیقرار  
ظلمتِ اندوہ بیوں کے رُخِ عملگیں پہ ہے  
سرنگوں بیٹھی ہے رُخ پر کاکلیں کھولی ہوئی

کُندنی شعلے ہیں غلطاں چھپی رخسار میں  
دل دھڑکتے سی ہی جنبش سی گل کے ہار میں  
اہتمام مرگ میں یہ شاعری لبر یز یاس  
اٹھ میں مہندی رچی ہو بریں چھپتی کالباس  
آہ یہ عالم کہ اب تک مست ہو موج نسیم  
آ رہی ہو جسم سے شادی کر پھولوں کی شمیم  
کہہ رہی ہے کیا بتاؤں کیا تمنا دل میں ہے  
شمع یہ کس کے جنازہ کی مری مچھل میں ہے

خاک سے اٹھتی ہو پھر کرتی ہے شعلوں کا طواف  
کہتی ہے اے مشرم کی دیوی! مجھے کرنا معاف

کمر کے پھر میت سے کہتی ہو، جازت دیجئے  
اب تو اس ایندھن کو بھی جلنے کی رخصت دیجئے  
آپ کو موت آگئی، عالم پریشاں ہو گیا  
گھر، ابھی بسے نہ پایا تھا، کہ ویراں ہو گیا  
یاد ہے، ہوں، بھگو شادی کا ترنم یاد ہے  
ہاں، انہیں ہونٹوں پہ آیا تھا نسیم یاد ہے  
سچے سینے سے شعلے اٹھ رہے ہیں بار بار  
جل ہی ہو یہ مری اجڑی جوانی کی بہار  
پوچھئے اُس سے، کہ دنیا کیا تھی اور کیا ہو گئی  
جس نے گھونٹ بھی نہ اٹا تھا کہ بیوا ہو گئی  
پھٹک گئیں میری بہاریں جل گیا میرا سنگار  
تیری ابتدا نکلیں ہیں میری نیند بیت کلامزار  
گھر سے بھوسیاں، مل جل کے گانے آئی تھیں  
موت آئی ہے مرا زلیور بڑھانے کیلئے  
موت اُٹھیں، پھولوں کا گہنا گل بچھانے آئی تھیں  
آج قرباں گاہِ عبرت پر چڑھانے کے لئے  
زندگی جاؤر ہو دنیا ہو آنکھوں میں آجائے  
موت اجلی کر، کہ ٹوٹا ہو رند اپنی کا پہاڑ

کیوں کھڑی ہو دو دریوں الی ہوئی بتوری پہ پل  
دیکھتی ہو تو کہ میں ہوں کفنِ رجبینے سرسیر  
مجھ کو بھی کھالی، قسم ہو تجھ کو او ڈاٹن اجل  
اوسہ رو موت، خونِ موت! کیوں کرتی ہو دیر؟  
دیکھ میرے رُخ پہ آنکھوں کی فرادانی کاسل  
پتہ جڑوں کو ہلا، تاریک غاروں کی چڑیل!

رینگ، ناگن رینگ! مجھ بوا کو ڈسنے کے لئے

کیا یہاں آئی ہے مُنہ اپنا اُٹھلنے کے لئے

کیوں کھڑی ہو یوں الگ ٹھنکی ہوئی سچ بتا  
یہ اگر ہے تو جھک کر میں تے قدموں پہ سر  
میری باتوں نے تجھے کیا موت! برہم کر دیا  
مانگی ہوں درگزر کی بھیک، مجھ پر جسم کر  
لے مبارک موت، لے رازِ کمالِ زندگی  
لے جہانِ خوابِ نشیں لے مالِ زندگی  
لے پیامِ روشنی! سربقا اتاج حیات!  
لے نظامِ دہر لے رفتارِ نبضِ کائنات

میری ظلمت پر بھی ڈال اپنی انوکھی روشنی

آ، ادھر آ، شاہزادی عالمِ ارواح کی

کہہ کے یہ لپکی چٹا کے سمت وہ نازک خرام  
بس یہ سننا تھا کہ جھپٹے اسکی جانب سے بھی  
اور کہا، لے دکھ بھری سنسار! لے میرا سلام  
دیکھتے ہی آپ کو، کم سن تو کھٹی، گھبرا گئی  
ہر طرف پہلے تو دیکھا دل میں کیا کیا اٹھان کے  
انگلیاں اپنی مڑوڑیں دیر تک، دیوانہ وار



سر جھکا، ماتھے پر زلفِ ناز لہراتے لگی  
چُپ ہوئی، تو اور دردِ سحرِ دونا ہو گیا  
یہ صدا سنتے ہی دم اُلجھا، پھریری آگئی  
روکے پھر کہنے لگی، بآباد عادیجئے مجھے  
آپ کی دایہ اب اس جگہ میں ہنسا رہی  
جھونک بھی دیجئے مجھے اس آگ کے انبار میں  
حُسن کو آغوشِ غم میں بند سی آنے لگی  
دی صدا دل نے، ترا پہلو تو سونا ہو گیا  
اک گھٹا دل سے اٹھی، ارض و سما پر چھا گئی  
زندگی کے پاپ سے ہل دی چھڑا دیجئے مجھے  
آگ اس چھاتی میں روشن ہی، چٹا پتار ہر  
میں اکیلے ہوں، کوئی میرا نہیں سار میں

داس نے پھر تو قریب آ کر بہ نرمی یوں کہا  
اے مری نادان بچی! سوچ تو، کہتی ہے کیا

مرنا جینا ایک ہے جن کو ذرا بھی گیان ہے  
زندگی ہے نقص سے معمور، اک مہل سی بات  
قوت یکسو، زندگی مجھ کو ضدِ ادا ہے  
زندگی ہے روح کو محدود کر لینے کا نام  
کہتے ہیں "فانی"، جنہیں ہم وہ فنا ہوتے نہیں  
قیدِ ہستی سے کوئی ذرہ رہا ہوتا نہیں  
عشق کے مالے کا اک موٹی بکھر سکتا نہیں  
وہ ادھر کا مرتبہ ہے، یہ ادھر کی شان ہے  
موت ہر شیرازہٴ قانونِ یکمیلِ حیات  
"زندگی" ہے وقت کی پابند "موت" آزاد ہر  
موت ہر انساں کے لامحدود ہوجانیکا نام  
مرتبہ الے اصل میں ہم سے جدا ہوتے نہیں  
ٹوٹ جاتا ہے نقص، طائر فنا ہوتا نہیں  
اتحادِ باطنی مرنے سے مر سکتا نہیں

عشق کی شاخیں کسی آنکھ سے جھک سکتی نہیں  
زندگی بے روح و ازوں میں بی ہر پیام  
زندگی سے تنگ سائے میں سما جاتا ہے عشق  
زندگی کی موج پر گلبرگ تربتا ہے عشق  
باد طوفانی کے دیوتا پاس آسکتے نہیں  
موت ایسا شے ہے کہ توڑی جبکہ خود روح الایں  
جسم پر بنیاد عشق خود منسا ہوتی نہیں  
زندگی، دھندلا سا اک جلوہ اور کچھ بھی نہیں  
غور کر دل میں کہ ہو جائے حقیقت بے نقاب  
مر کے بھی دریا کے سینے سے کہیں جاتے نہیں

روح کی سرگوشیاں مرنے سے رک سکتی نہیں  
موت۔ سر و الفاظ کو ٹھکرا کر کرتی ہے کلام  
موت سے عالم کی پہنائی پہ چھا جاتا ہے عشق  
موت کے گرداب میں لعل و گہر بنتا ہے عشق  
اس دینے کو موت کی جھونکی بچھا سکتے نہیں  
عاشقی کے رشتہ محکم کو چھو سکتے نہیں  
روح اس تبدیل ہیئت سے فنا ہوتی نہیں  
موت، اک باریک سا پردہ ہے اور کچھ بھی نہیں  
ٹوٹے دیکھے تو ہوں گے بارہا تو نے جناب؟  
رہتے ہیں دریا ہی میں لیکن نظر آتے نہیں

یوہنی تیری شمع سوزاں بھی تری محفل میں ہے

مریو الا آنکھ سے اوجھل ہو لیکن دل میں ہے

جو چٹا میں جل رہا ہے وہ تری پہلو میں ہے  
کاپتے ہونٹوں میں ہے بہتی ہوئی آنسو میں ہے

یہ کہا شاعر نے، اور کچھ دیر آنکھیں بند کیں

دیکھتے ہی دیکھتے بیوں کی آنکھیں کھل گئیں

ہنس کر پھر کہتے لگی، بابا تراوسو اس تھا      دُور میں جسکو سمجھتی تھی، وہ میسے پاس تھا

یہ کہا اور دفعۃً دل میں چمک پیدا ہوئی

زلف میں تابندگی، رُخ پر دمک پیدا ہوئی

صحیفِ عظم میں بابِ عشرت کی ہوائ نے لگی      کان میں راحتِ کُننوں کی صدا آنے لگی

زیر لب کہنے لگی، عالم ہے کیا تنویر کا      دلِ مرآئیشہ ہوائی چاند سی تصویر کا

ہے کوئی جلد آئے، شادی کا مری ماں کر دی      بدھیاں آکر پھانڈ، مانگِ صندل کی بھری

پھول برسیں جلد انگنائی کو بھرنے کیلئے      زرفشاں طاؤس آئیں رقص کرنے کیلئے

ابر سے کہہ دو کہ میری زلف پر سایہ کرے      جشن کی دیوی کدھر ہے، بزم میں جلو اکرے

کہہ دو مشاطہ سے آؤ، رنج کھونے کیلئے      خم بہ خم زلفوں میں پھر موتی پرونے کیلئے

عشرتِ جاوید، باندی ہو مرے احکام کی      اب کھی، بنیرنگیاں عاجز ہیں صبح و شام کی

سردی نفوں کو ہر اب بطنِ میسے ساز سے      آئیاں ادبِ نچا ہی میرا وقت کی پرواز سے

حکمِ رقاصہ کو دو چھانگل پہنکر پاؤں میں      آئے پچھلی رات تاروں کی سُہانی چھاؤں میں

خاکِ تلی کی نظر سے رشکِ گلشن ہو گئی

معرفت میں ڈوب کر بیوں سُہا گن ہو گئی!

# زندگی کا فتنہ

نوجوانی میں مصائب کڑاںا ہے مجھے  
عالم کیف و جنوں میں مارتا ہے ہتھکتے

ناصح ناداں یہ ہر وہ موسم برقی و شرر  
زندگی جب سے تکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

# پیر نرم دل

یہ مانا اتنا میں ایک بھی ثانی نہیں اس کا  
ابھی تک حافظے میں اسکا اتنا نقش باقی ہے

مگر، خاطر جواؤں پر کبھی سمجھتی نہیں کرتا  
کہ میں بھی اکٹ مانہ میں، شکارِ نوجوانی تھا

# عالم اور شاعر

کل یہ اک عالم نے شاعر سے کہا، اے بے خبر  
 علم کی محفل میں ہستی ہے تری، نامعتبر  
 پیر مکتب سے نہیں مطلق شناسائی تری  
 علم کی مشعل نہیں رکھتی ہو مینائی تری  
 فضل تیرے واسطے اک لفظ بے مفہوم ہو  
 تیری پیشانی سند کے نور سے محروم ہے

تیرے برہم میں ترانے علم و حکمت کے نہیں  
 سر پہ تیرے پیچ دستارِ فضیلت کے نہیں

سن کے یہ گوہر فشانے جب ہیال کو نہ تبا  
 علم کے معنی حقیقت میں ہیں "دست" اگر  
 علم اگر یہ ہے کہ انساں پر کھلے ستر حیات  
 پھر تو شاعر نے دیا ہنس کر یہ عالم کو جواب  
 علم اگر یہ ہے کہ دل ہو رازِ فطرت کے دو چار  
 علم سے مقصد اگر یہ ہے کہ ہو گہری نظر  
 دیکھ لے اچھی طرح پست و بلند کائنات  
 علم اگر یہ ہے کہ انساں رازِ ہستی جان لے  
 روح انسانی پہ ہو جائیں حقائق آشکار  
 علم اگر یہ ہے کہ انساں اپنے خالقِ خط پہچان لے  
 دل کے آئینہ میں اپنے خالقِ خط پہچان لے

یہ اگر سچ ہے کہ علم اک صقیل اور اک ہے  
 پھر تو شاعر کی کیا ہے اور عالم خاک ہے

سوچ تو کچھ جی میں، اے سرِ حلقہ اہل شہور!  
 نقص کے سانچے سے نکلا مردِ کامل بن گیا  
 مل گئی رو دھوکے اک کاغذ کے پرزہ پر سند  
 جو سند ہے، محنتِ بیہودہ کرنے کے لئے  
 ہوش میں آ اے مجازی علم کر صیدِ نبوں  
 علم اصلی اور ہے، علمِ کتابی اور ہے  
 ہاں، یہ مانا، کچھ کتابوں میں بھی ہیں جہرِ ضرر  
 یہ کتابیں کیا ہیں؟ کچھ علمی خزانوں کے نشان  
 ماہرِ جغرافیہ کتنا ہی کھائے پیچ و تاب

صرف نقشے کی مدد سے اے گرفتِ مجاز

کوئی دریا کی اُٹنگوں کا سمجھ سکتا ہے راز؟

آہ، تو نقطوں کو نادانی سے کہتا ہے "بخوم"

کاغذی گھوڑوں کو دوڑا کر بنا ہی شہسوار

ملتے ہیں اُس دور میں بھی علم کے نقشِ قدم

سامعہ تھا جب صریحِ کلک سے نا آشنا

کیسی بنیادوں پہ قائم ہے ترا قصرِ غرور!  
 اہل سیدھی کچھ کتابیں رکھے فاضل بن گیا  
 اس سند کو پاکے تو اپنے کو سمجھا مستند!  
 جو سند ہے بھوک کو آسودہ کرنے کیلئے  
 غور سے سن، علم کے بارے میں کچھ میں کہوں  
 پردہ داری اور شانِ باریابی اور ہے  
 لیکن اس حد پر نہیں جن پر کرے کوئی غرور  
 جس طرح جغرافیہ میں بحر و بر کی داستان  
 مل نہیں سکتا سے سیاحِ عالم کا خطاب

روشنائی کی بکیروں کو سمجھتا ہے 'علوم'۔

کچھ خیر اسکی بھی ہے اے عالم بے اعتبار؟

کھتی ضمیرِ حق میں جب ایجادِ قرطاس و قلم

سوچنے والے دماغوں میں تھا مخزنِ علم کا

کس نے حیران فکر و عوئے باطل میں ہے

علم کا چشمہ کتابوں میں نہیں ہے، دل میں ہے

آسماں پر طائرِ سدرہ ہے میرا مصفیہ

شاعر، اس علی شجاع نوز سے ہے بہرِ یاب

”شاخِ جزوِ سیست ز پیغمبری“ آگاہ ہو

ہو، اگر ہے زندگی میں مجھ سے تجھ کو سورِ ظن

”بر فلک تا بدسیحار شمس ز تارِ ما“

تیرے گرد و پیش ہرے دے کو محبت کا نقاب

گامزن ہے فکرِ تیری سرے کی راہ میں

تیری تابانی پہ مہینوں کے احساں کا ہے داغ

منتِ استاد سے آئینہ تیرا چورِ چور

مجھ کو یہ کاشوق، تو حیرانِ ساحل کیلئے

لوٹنا پڑتا ہے تجھ کو میکدہ کی خاکِ پر

دائری حروف کے تیرے واسطے بحرِ علوم

تیرا لطفِ زندگی، اوراقِ گردانی میں ہے

دیکھ، ادھر بالے مضحکہ خیز اصطلاحوں کے اسیر

جس کو شہرِ علم کا بجٹا تھا اتنی نے خطاب

”جاہلانہش کفر خواند از خری“ آگاہ ہو

”شہرتِ شعرم بگیتی بعد من خوابِ شدن“

”برز میں منصور افر از دستوں دارِ ما“

اور شاعر کا کتب خانہ، طلوعِ آفتاب

اور سبق لیتا ہوں میں آغوشِ مہر و ماہ میں

میں خود اپنے خون سے دل کا جلاتا ہوں چراغ

آشیانہ ہے مرا پروازِ انسانی سے دور

تو ہے محلے کیلئے بیتاب، میں دل کیلئے

میرا نشتر ہے براہِ راست نبضِ تاک پر

اور یہاں پہتا گردوں پر چمکتے ہیں نجوم

اور یہاں روحِ الامیں کی بالِ جنبانی میں



کھا چکا ہے تیرے ہم چشموں کو طوفانِ مہمات  
تیرا گوشِ عقل ہے گہوارہ صوبتِ خطیب  
میرے ہم پیشہ ہیں اب تک لطفِ اندوزِ حیات  
اور یہاں فطرت کے لبِ ہستی ہیں کانوں کے قریب  
تیرے ثانی لاکھل کئی ہیں لاثانی ہوں میں  
تو ہے تلمیذِ بشر، تلمیذِ رحمانی ہوں نہیں

عکسِ رخسارِ "ادب" در دلِ نہاں دارِ یکم ما  
در دلِ دوزخ، بہشتِ جاوداں دارِ یکم ما  
چہیتِ خاکِ حیرہ، تماشا شد تماشا گاہِ ما  
سیرِ با در خویشتن، چوں آسماں دارِ یکم ما  
(صائب)

## پیرا سرا صدرا

روز و شب آتی ہے ان کانوں میں اک شیریں صدا  
رکھتی ہے حلقے میں بھکوا یک موجِ سوز و ساز  
ہر نفس اک درد اٹھتا ہے نئے انداز کا  
ہر صدا کہنے پہ میرے یا غم رکھتی ہوئی  
یہ صدا، جیسے ہو کوئی روح گہرا آئی ہوئی  
کون اس پردہ میں ہو، گھٹا نہیں یہ ماجرا  
کرتی ہے میرا تعاقب اک صدائے دل نواز  
دل پہ گو گھٹتا نہیں مفہومِ اس آواز کا  
کانپتی آتی ہے اشکوں پر قدم رکھتی ہوئی  
روز و شب رہتی ہے میرے قلب پہ چھائی ہوئی

اور بالخصوص جب تاروں کی ہلکی پھاؤں میں رقص کرتی ہے صبا، چھانگل پہن کر پاؤں میں

دکھتی ہے ایک پرچھائیں سی حیدرانی مری  
اور کسی کی سانس ٹھپو لیتی ہے پیشانی مری

## دیں داری

ہم نشیں؛ شکل سے آئینہ گاہ تھے اس کا یقین  
اک سکوں سا، زلزلوں کو قلب میں مانندِ راز  
تلمیحوں میں شہد کی بے زنگ سی اک نرم موج  
دینے لے نور میں اک کھولی بھٹکی سی نگاہ  
شیب میں اک بے نشں سی زرد تنویرِ شب  
سببہ پہن میں اک نادر سی دکش لچک  
ظلمتوں کے دامن سے میں ایک ہلکی سی کرن  
دکھتی ہے ہر نفس کیا کیا نگاہِ دور میں  
غاشی میں ایک مبہم سا سروِ دجاں نواز  
پستوں کے سایہ میں ہندی سی اک تخیلِ اوج  
شب کی تاریکی میں اک کھویا ہوا سا عکسِ ماہ  
بیوگی میں ایک بے جاں سی عروسی آجے تاب  
خاروش میں ہنسنے گل کی اک طم سے حمک  
جھاڑیوں کی شب میں ایک مہم سا خوابِ پن

محرم رازِ بہانِ روزگارم کردہ اند

تا بحرِ غم گوشِ نہدِ خلق، خوارم کردہ اند  
(غالب)

# بسم

رُخ پہ ڈالے ہوئے سیاہ نقاب  
 مجھ کو بھیجا ہے لالہ زاروں نے  
 شمعیں ماضی کی خواب گاہوں کی  
 خواب پیشیں نے تیری وی اہریہ سائے  
 غم نے آکر کیا یہ مجھ سے خطاب  
 تیری گزری ہوئی بہاروں نے  
 مجھ سے طاب ہیں سرد آہوں کی  
 اب نہ تیری پلک جھپکنے پائے

اُس تبسم نے، تھا جو وجہ منو

مجھ سے مانگے ہیں خون کے آنسو

جوشِ اسن کر یہ داستانِ بستم  
 اہل دل، جڑ ترے کسے چسپا ہیں؟  
 میں یہ کہتا ہوا بڑھا سوئے غم  
 آ، کہ گردن میں ڈال دوں باہیں

جب ملا غم کو یہ لطیف جواب

مسکرائے لگا اُلٹ کے نقاب

# پیمبرِ اندرِ دعا

جو بن پڑے گا، تو سب بڑی سزا دوں گا  
 ملے یہ آتشِ دوزخ کی بجھکو نرم سزا  
 رموزِ دہر سے بڑھ جائے رسمِ وراہِ تری  
 بجھے حقائِقِ ہستی کا کھوٹنا آجائے  
 عدو پہ بھی تری فحوتِ شفیق ہو جائے  
 دماغ، سہ جدِ قدرت سے متصل ہو جائے  
 وہ طبعِ سخت میں پیدا ہو، نقلاً عظیم  
 تر سے دیا میں طوفانِ آرزو آجائے  
 نہ بہرہ ور ہو کبھی مرگِ ناگہانی سے  
 درِ حیات، تری چیم دل پہ ڈا ہو جائے  
 زمانہ سازِ بجھے میں یہ بدو عبادوں کا  
 ملے وہ سوز جو ہوتا ہے شاعروں کو عطا  
 جبینِ زیست پہ پڑنے لگے نگاہِ تری  
 کلی کو خار کے کانٹے پہ تولنا آجائے  
 ترے خمیر کا لوہا رستہ یق ہو جائے  
 ہر ایک ذرّہ ناچیز، جزوِ دل ہو جائے  
 کہ تیرے قلب میں چھبے لگوں کی شمیم  
 تر اضمحیر، محبت کے روبرو آجائے  
 خدا دو چار کرے طولِ زندگانی سے  
 نظرِ مالِ تبسم سے آشنا ہو جائے

بلائے فہرِ خدا بجھ کو دیں ور کر دے

لطیف کر کے حیوں کو لطیف تر کر دے

# ناقابلِ فہم

جیراں ہوں، آنکھل ہے یہ کیا زندگی کا طور؛  
 ہر وقت اک کھوت ہے، ہر آن ایک غور  
 اک آن میں امیر ہوں، اک آن میں عجز  
 ہر لمحہ یک فکر ہے، ہر آن اک کرید  
 پھیکا سا اک لبوں پہ پیچہ بچھا سا دل  
 چھائی ہوئی ہے ابر کی صورت دماغ پر  
 سیتے ہیں چھو رہی ہے میرے ایک موج نور  
 موج سحر سے ظلمتِ شب کو تراش کر  
 کچھ اجنبی زبان میں کرتی ہے گفت گو  
 رہتا ہے گرد و پیش اک ایسا جہانِ خوب  
 ساکن ہوں اور خیال ہے آواہ کو بہ کو  
 ہر دم خود اپنی ذات سے اک گورہ منفعیل  
 سنجیدگی، رموزِ ابد سے عسین تر  
 دل سے قریب، فہم سے بالا، نظر سے دور  
 کرتا ہے کوئی روزا شائے، کہ آدھ  
 راتوں کو اک بعید سی موہوم آرزو  
 جس کا غروب ہی نہیں ہوتا ہے آفتاب  
 کس چیز کی تلاش ہے؟ کس شے کی جستجو؟

خود اپنے دلولوں کو بھی پہچانتا نہیں  
 کس سے کسے کے موڑ پہ ہوں، جانتا نہیں!

# گلابی نور

بُعد چاہے معنوی ہو، خواہ صوری، ہم نشیں  
 بخشتی ہے اس لئے بازیگری دل کو سردور  
 جانتے ہو، کیوں ہیروں و جدان پر چھایا ہو  
 یہ چراگاہیں، یہ حیواں، یہ جہت، یہ بوستاں  
 دُور سے دیکھو، تو خوش آتی ہی، دنی سی بول  
 کیف کی بھی ہے یہی حالت کہ جاں پر در شراب

فیض سے اپنے بنا دیتا ہے ہر شے کو جس میں  
 فہم کی آنکھوں سے اس کا سلسلہ ہوتا ہی دُور  
 فاصلے پر ہی حد و عقل و دانش سے خدا  
 پاس سے ان میں نظر آتی ہیں کیا کیا خامیاں  
 خار ہیرے کے نظر آتے ہیں اور کندن کے پھول  
 ڈال دیتی ہے سُرخ اشیاء ہلکی سی نصاب

سُرخ ہو جاتی ہیں جب آنکھیں گلابی نور سے  
 دیکھنے لگتا ہے اس دُنیا کو رنساں دُور سے !

## حیوان

مجرموں کو اس قدر شدت سے کہتا ہے شریر  
میں نے یہ مانا کہ انسان میں ہر وہ روح عظیم  
ہاں، یہ سچ ہے، آدمی ہر وہ وجودِ سر فراز  
یہ عایت کا محل ہے، رحم کراے خوردہ گیر  
جس کے آئینے میں ہر تصویر یعقوب و کلیم  
خود دلِ صنم جن و انس کو ہر جس پہ ناز

یاد رکھے، لیکن، یہ نکتہ بھی، اگر، نشان ہے  
کچھ ہو، انسان، اک ترقی یافتہ حیوان ہے

## لذت گریہ

ایک لذت، لطیف، ہلکی سی  
جاں نذا، حرفِ دل نشیں جیسے  
جیسے ہلکے سے ابر میں خورشید  
جیسے بُو، ناشگفتہ کلیوں کی  
طفل کا خوابِ شکر میں جیسے  
خواب میں جیسے روئے یار کی دید



بن ہیں جس طرح جھومتی برسات  
 جیسے کوئل کی دُور سے کو کو  
 دل میں جس طرح مے کشی کی ترنگ  
 نرم، بعلِ شکر فشاں کی طرح  
 الغرض، وہ فنوں اثر لذت  
 موسمِ گل کی جیسے پھپھلی رات  
 مست، جیسے عروس کی خوشبو  
 دھوپ میں بوند یوں کا جیسے رنگ  
 دل نشیں، مرگِ ناگہاں کی طرح  
 جس میں غلطاں ہے گوہرِ عشرت

رات جس وقت بھیگ جاتی ہے  
 میرے اشکوں میں مسکراتی ہے

## خلفشاں

اک صدا سینے سے مجھ کو آرہی ہے بار بار  
 ہے کچھ ایسی کشمکش، اس کا اثرِ مداہیں  
 تیرگی وہ ہے، چراغِ جستجو جلتا نہیں  
 ہو نہ ہو، کوئی مدد کیواسطے ہے بیقرار  
 صید جیسے پھڑپھڑائے پنجہ مصیاد میں  
 دیکھتا ہوں ہر طرف لیکن پتا چلتا نہیں

حملہ آورِ عشق پر عقلِ فرومایہ نہ ہو  
 دل پہ دُنیائے دنی کا یہ کہیں سایہ نہ ہو

## موتی یا شبنم

اک دور وہ آئینہ والا ہے، دنیا کی خوشی مٹ جائیگی  
 آئینہ فروغِ طلعت کا، چھٹ جائیگا دستِ زمیں سے  
 چلنے میں قدم بھڑائیں گے، اٹھنے سے نظر مٹ جائیگی  
 قندیلِ حیاتِ فانی کی، ہر سانس میں لو بھڑائیگی  
 اس نازِ بکیرِ فطرت کا پندارِ خودی مٹ جائے گا  
 اس حسنِ کشیدہ قامت کی، بل کھا کر جھجک جائیگی

بدستِ جوانی کی آنکھیں جس چیز کو "موتی" کہتی ہیں  
 دیکھے گی جو پیری جھک کے اُسے، اک قطرہ شبنم پائے گی

## جوانی کا بستر مرگ

سبقِ عبرت کالے نادان بالوں کی سفیدی سے  
 کفنِ ادھر رہا ہی جیسے جی نگارِ زندگانی نے

نظرِ کجتر یوں سے شیب کے سمٹے ہوئے رخ پر

یہ وہ بستر ہے، دم توڑا ہی جس پر نو جوانی نے

# ظلمتیں

تیرگی لپٹی ہوئی ہر دہریں، ہر ضو کے ساتھ  
 لعل شیریں کے تسمیں ہر غلطاں آہ سرد  
 ہم نفس! ہاں ہمہ برائی و افسوں گری  
 س قدر بھی ناز فرماتا ہر کوئی اے چمن  
 حسن شیرین و غور تاج کے ہوتے ہوئے  
 آئین میں رات کو چپکے کر پاجاتا ہے بار  
 عہدہ کرتا ہی یاں ہر راستہ رہرو کے ساتھ  
 غلمتوں کی رو بھی ہو قندیلِ رکی لو کے ساتھ  
 بیوگی کا دب ب بھی ہو عروسِ نو کے ساتھ  
 دھوپ بھی ہو ابر زنگارنگ کے پرتو کے ساتھ  
 تیشہ فراد کا دھڑکا بھی ہے خسرو کے ساتھ  
 فتنہ ظلمت نشاں بھی روشنی کی رو کے ساتھ

ڈوب جاتا ہر تڑپ کر سینہ دریا میں جوش

سوزِ پیچ و تاب بھی تنویرِ مادِ نو کے ساتھ

# روشنیاں

صرف ظلمت ہی نہیں ہے، دیکھتے تویریں بھی ہیں  
 جس جگہ خورشید کی حدت ہے، عالم خموش  
 جس جگہ مایوسیاں ہیں گردشِ تقدیر سے  
 جس جگہ ژولیدہ عقدوں کی عقیں سُرنگوں  
 جس جگہ منڈلا رہی ہیں مبہم و تاریک خواب  
 جس جگہ تعزیر کشتایاں ہے ذوقِ نقشِ رنگ  
 جس جگہ پانی ہے زہرِ ہلاہل کا اثر  
 جس جگہ دوڑی ہوئی ہیں سنگسار کی رکیں  
 کاوشِ تخریب کی بلچیں میں تعمیریں بھی ہیں  
 واں کسی دیوار کے سایہ میں تقریریں بھی ہیں  
 واں کہیں امید کی پوشیدہ تدبیریں بھی ہیں  
 واں جہاں مرگ کی تابندہ غصیریں بھی ہیں  
 واں کسی گوشہ میں ان خوابوں کی تعبیریں بھی ہیں  
 واں کہیں سینوں میں نگیں تصویریں بھی ہیں  
 واں ہوا میں چشمہ حیران کی تاثیریں بھی ہیں  
 واں درختاں جوہروں کی نم تحریریں بھی ہیں

لوٹتا ہے سلسلہ کب زلفِ عنبر بیز کا

میں نے مانا طوق بھی ہے، جوش، زنجیریں بھی ہیں

## اضطراب

نظر آئی اک قبر کل رات مجھ کو  
گھڑتے ہوئے راستے کے کنارے  
مچلنے لگے میری آنکھوں میں آنسو  
گھڑتے ہوئے راستے کے کنارے  
جھپکنے لگے آسمان پر ستارے

---

## موت کا پھر پرا

جن ذہین و ماہِ رخ بچوں کی تقدیر وہ نہیں جوش  
پیشتر ہی سے پھر پر موت کا با صبر جلال  
عینگی کے عہد ہی میں نکلتی ہوتی ہے قصہ  
اُن کی آنکھوں میں نظر آتا ہے ہر آتا ہوا!

---

# انگاروں کی دھک

ہم نشیں آیا ہوں دردِ دل سنانے کیلئے  
توڑ ڈالی گئی سواری ہمارے ہاںِ خام نے  
چاندنی چھلکی ہوئی گئی اور کھٹا پھلا پہر  
بولنے والی گھٹیں کلیاں پہننے والے کو کلاب  
جاگنے والی گئی دنیا پھر نئے انداز سے  
دُور تک تائبہ میدان بھٹا، کہ بحرِ صوفیاں  
راہ گئی افسانہ ماضی کو دہرائی ہوئی  
گئی، تو کہنے کو خموشیِ عالمِ ذرات میں  
یہ سماں، اور آ رہا تھا میں عجیب انداز سے  
تھالیوں پر لعلِ شیریں کی حلاوت کا اثر  
حُسن کے فیضِ تبسم سے نظر کے سامنے  
ہو رہا تھا قربتِ جاناں کا دھوکا بار بار

آج آمادہ ہوں سوتوں کو جگانے کیلئے  
اور تیرہ میل کا پیدل سفر تھا سامنے  
موجزن سیل چاندی بھٹی بساطِ خاک پر  
جھللاتی تھکے سارے جھک چلا تھا، ہناب  
سونے والے چونکنے ہی پر کھو خوابِ ناز سے  
حاشیے پر تین پہاڑوں کی رو پہلی چوٹیاں  
مقبروں کے درمیاں سپرچِ دُخم کھاتی ہوئی  
لیکن ایسی، جیسے رن بوجے اندھیری انت میں  
ایک مٹوالی جوانی کی حسیہ ناز سے  
رزشِ مستانہ کا طوفان بجا ہر گام پر  
موتیوں کے سے فضا میں بن کر گزرائے  
آ رہی تھی متصل شانوں سے بوجے زلفِ یار

فرق پر تھا ماہتاب، ورنہ روح پر عکسِ صیب  
اُگیا میں جھومتا، انقصہ، دریا کو قریب

دیکھتا کیا ہوں، کہ ہلکی چاندنی ہی پاش پاش

جل رہی ہے ساحلِ "موسیٰ ندی" پر ایک لاش

چاندنی پر اپنی برنائی پر شرمائی ہوئی  
آسمانوں پر ہے کس جینہ گی چھائی ہوئی

نقرئی ساحلِ بہتری آگ، بلکا سا دھواں  
کپکپاتی سی زمیں، پگھلا ہوا سا آسمان

دُور تک چھایا ہوا میدان پہ ابر سوز و ساز  
چاندنی میں آج کی سُرچی ہوا و نمیں گداز

خار و خس پر جا بجا کچھ خون کی سی دھاریاں  
مُرخِ انکار و نمیں چادر، پُرفشاں چنگاریاں

سُرخِ انکار و نمیں غلطاں، سر بر ہنہ آرزو  
بھیس میں چنگاریوں کو نعل و ریش ہو

کڑو فر، پندارِ زر، ذوقِ ادا، کچھ بھی نہیں

آج کی عنناک جنبش کے سوا کچھ بھی نہیں

دُور تک گونجی ہوئی یہ صیلے دردناک  
"آدمی" بن کر نہ اتر اس قدر اے "میزہ خاک"

دُور ہیں اب، زندگانی وقف تھی جن کیلئے  
عمر نے رائیں جگانی کھیں اسی دن کیلئے

آج خاکستر ہی کہتے تھے جسے کل تک "حیات"  
زندگی، کیا تھی تری لے دے کو اتنی کائنات؟

اے اے موجِ نفس پر کا پیو دے جواب!  
مختصر ہے چند سانسوں پر ترا شیبِ شباب

موت کے کانٹے یہ تیری حسرتیں تملتی نہیں  
ان مناظر سے بھی کیا آنکھیں تری گھٹلی نہیں

ناسزا اولام کو، نادان بٹھکراتا نہیں!

خاک کے ناچیز پٹلے ہوش میں آتا نہیں!



# مرکز موسیقی

دھوپ میں اک گداے راہ نشیں  
 نہ تو بٹاش ہی ہے ادر نہ ملول  
 نغمہ آواں ہے عمار کے ساتھ  
 زلزلے ہیں دلوں کی جنبش سے  
 نیم سہ اس طرف، ادھر ہے سکوت  
 اس طرف بحن زندگی کی صدا  
 کچھ سروپا کا جس کو ہوش نہیں  
 دیر سے ہے سرود میں مشغول  
 دف کی آواز ہے ستار کے ساتھ  
 نیم حلقے ہیں سُننے والوں کے  
 دُور سے آ رہا ہے اک تابوت  
 اُس طرف موت کا ہے سناٹا

اسے ٹھنڈی یہ طہر فی کیسی؟  
 ایک مرکز پہ مرگ و موسیقی!

---

## امیر تنکیب سے

شاعرانِ خستہ سے ملتی نہیں تیری نگاہ  
 خاکساروں کی طرف سحرِ بگذرتا ہے کبھی  
 یہ اکڑا ہے درحقیقت کھوکھلے پن کی دلیل  
 کھول دے پیشانی دولتِ فردنی و گرہ  
 بارگاہِ و صاحبِ خدام و دینار و درم  
 ہاں سمجھتا ہوں کہ تیرا طرہ طرفِ کلاہ  
 پھر بھی، عنکیس خاک کے پامالِ فروز کی طرف

اللہ اللہ یہ تکبر، اے امیر خود پسند!  
 یوں اکڑ جاتا ہے گویا کھینچ رہا ہے بند بند  
 نرم کر گردن کے خم کو، کھینچ لے باگِ سمند  
 پھینک دے دوشِ امارت سے تختہ کی کمند  
 ہاں یہ مانا، تو ہر ان نسبِ متوں کی بہرہ مند  
 آسماں کیا؟ بلکہ ہے عقدِ ثریا کی بلند  
 اس حقارت سے نہ دیکھ لے آفتابِ رحمت

”درمقاہیں کا سہ رنداں بجواری منگید

کہیں حریفانِ خدمتِ جامِ جہاں ہیں کردہ اند“ (حافظ)

## بیکاری

محبوبانہ نگری ہے راہ میں نہٹ      رہروں کے لگے ہیں ٹھٹ کر ٹھٹ  
بند میں، اے ہجوم چسپاںی      کتنی ہے وقت کی فراوانی

---

## خامی

اک گداراہ میں ہے نغمہ فروش      گرد بیٹھے ہوئے ہیں سبے نوش  
کیوں جھجکتا ہے لطف اٹھانے سے      غول ہیں مل کے بیٹھ جانے سے

بستہ زلفِ تنگ و نام ہے تو

جوشِ ابھی شاعری میں خام ہے تو!

---

## دُعا

لے ضعیفہ! یہ ماجرا کیا ہے  
سیکڑوں تربتیں ہیں پیشِ نظر  
پھر بھی دیتی ہے بہروں کو صدا  
سچ بتا، یہ تجھے ہوا کیا ہے؟  
خود بھی بیٹھی ہے ایک تربت پر  
تم سو سو برس جیو با با!

## عید ملنے والے

کہوں کیا دل پہ کیا کیا ہونا کلامِ سہتا ہوں  
نہ پوچھ لے تمنشیں! کیوں عید کو دن سُست رہتا ہوں

وہ صدمے جو لگے رہتے ہیں آسائش کی گھاٹوں میں  
وہ چمٹہ غم کا سینے سے زمیں کے جو اُبلتا ہے  
وہ جھوٹی راحتیں جن سے پتاں ہیں درد کے پہلو  
وہ کوندے غم کے، روحوں کا فاقہ پر جو لپکتے ہیں  
وہ دنیا سکیاں بھرتی ہو جو تاریک راتوں میں  
وہ غمگیں کروٹیں جو آسماں شب بھر بدلتا ہے  
وہ پھیکے قہقہے گرتے ہیں جن سے خون کے آنسو  
وہ دل جو سینہ نورات میں پیہم دھڑکتے ہیں

وہ جھوٹے نرم جن میں رات بھر دم ہی نہیں لپتی  
 وہ دل مشغول ہیں جو زندگی کے درمپیہم میں  
 غریب انسانیت کی سست دُغناک موسیقی  
 وہ آنسو جو ہیں غلطاں دیر، شیاے عالم میں  
 صبح عید کے جس وقت جلوئے مسکراتے ہیں  
 یہ سب روتے ہوئے بچے سرکلے ملنے کو لے رہے ہیں

## عینکین صد

شام کا وقت، مقبرے کی ہوا  
 دل میں بیدار عاقبت بینی  
 غم میں ڈوبا ہوا ہراک ڈر  
 جھٹ پٹے کی اُداس رنگینی  
 وسط میں مقبرے کے اک میدان  
 اور میدان میں کھیل کے سامان  
 قاعدے سے سنا ہوا اک جباں  
 عرق ٹپس کے شوق میں اطفال  
 آ رہی ہے یہ ٹہنوں سے جدا  
 بچو! اس آئے تم کو خوش رہنا

چرخ ہستی پہ تھے ستارے سر  
 ہم بھی تھے ایک دن بھٹارے سر!

# مقدس رات

ظلمتِ شب آج ہے وہ دل نواز  
دل کے روشن ہو رہے ہیں سب نقوش  
روح ہے نورِ سحر سے بے نیاز  
حائلِ صد غمؔ اسرار ہے  
تیرگی ہے آج کی آئینہ ساز  
دل سی شے سے باوجودِ اتصال  
آج کی شب کا سکوتِ دل گداز  
س طرح ظلمت میں بیٹھا ہوں خموش  
ہو رہا ہے دُور سے راز و نیاز  
جس طرح آسودہ ہو سینے میں راز

## اذان

افق سے سحر مکرانے لگی  
یہ آواز ہر چہد فرسودہ ہے  
مؤذن کی آواز آنے لگی  
مگر اس کی ہر سانس میں متصل  
جہاں سوزِ صدیوں سے آلودہ ہے  
دھڑکتا ہے اب تک محمدؐ کا دل

# کشت مکش

عقل حیراں ہے، ہو تو کیونکر ہو؟      شرح اسرار، بن نہیں پڑتا  
 جانتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور      پھر بھی اظہار، بن نہیں پڑتا  
 دل کو اقرار میں تامل ہے  
 اور انکار بن نہیں پڑتا

# پامالی

آج ہنگام سیر، لے ہدم!      آگیا ایک پھول زیر قدم،  
 پھول اور موت کے اٹھائے ناز      دیکھ سے اک آئی دردناک آواز  
 بسے کیا ہتر تھی یہ پامالی  
 میں نے اک زندگی گچل ڈالی



# خونی بید

روح بے چین ہے، خاموش ہواؤں کی فوج کے بند  
 بچہ ہیں، وار ہے فو لاد شکن تیروں کی ؛  
 کتنی ماؤں کے گلے کی ہیں قارشیں بچہ میں  
 کتنی روندی ہوئی رستوں کی بھر دی بچہ میں  
 کتنی خوں ہیں مایوس نکا ہیں بچہ میں  
 تیرا ہر رگ ہے ڈوبا ہوا چشم کم میں !  
 بسکیاں بچہ میں ہیں غلطیہ دل انگاروں کی  
 تیری ہر تان میں پوشیدہ ہیں لاکھوں آنسو  
 گم ہیں بستے ہوئے رحنوں کی بہاریں بچہ میں  
 نغمے لے میں تری، خون کے فواروں کا  
 اس طرح صبح کی محو ہواؤں میں نہ آئند  
 سناہٹ ہے چمکی ہوئی شمشیروں کی  
 کتنے ہپیاء جوانوں کی ہیں ریشیں بچہ میں  
 کتنی ہواؤں کی چہرے کی ہے زردی بچہ میں  
 کتنے معصوم بچہوں کی ہیں آہیں بچہ میں  
 رقص خونی کی دھمک ہے ترے زیر و بم میں  
 کروٹیں موت کی ہیں گت میں ترے تاروں کی  
 تیری آواز میں غلطاں ہے جوانوں کا لہو  
 خنجر دہ کی ہیں مچلتی ہوئی دھاریں بچہ میں  
 زمزمہ بچہ میں ہے چلتی ہوئی تلواروں کا

تیری آواز جب احساس پہ چھا جاتی ہے  
 موت کے دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے

# اب تک

بے تعارف بھی کہیں سال مسلمان اب تک  
 آتے ہی روبرو میوے، مچھو کرتے ہیں سلام  
 سخت حیراں ہوں کہ اس مشقِ گنہ گرا و صفت  
 ثبت ابھی تک ہے ہماری شکل پہ مہرِ سلام !

# بادشاہ کا جنازہ

کھڑے ہوئے ہیں کمر بستہ حاجبِ درباں  
 دبا ہوا ہے کفن سے جلالِ سلطانی  
 بچھا ہوا ہے پئے خاک، خاک کا بستہ  
 وہ حلق، جس کی گرج میں بٹھا شورِ بادِ سموم  
 اُڑا ہوا ہے رُخِ شانِ خسروانہ کا رنگ  
 دریکہ بند ہے دولت پہ عیش و عشرت کا  
 نکل رہا ہے حرم سے جنازہ سلطان  
 جھکا ہوا ہے سرِ تازشِ جہانِ بسانی  
 نظر جھکائے ہوئے ہی، غورِ تاج و کمرہ  
 نفس کی آمد و شد سے بھی آج ہے محروم  
 قضا کے سایہ میں ہی نازِ افسرو اورنگ  
 مقامِ عجز میں ہی طنطنہ حکومت کا

ادھر ہیں اہل قلم غم سے سر جھکا دی ہوئے  
 بتاؤ ہے کوئی ایسا سپاہیوں میں جم اں؟  
 اُدھر کھڑے ہیں سپاہی پر دی جہاڑ ہوئے  
 چھڑالے موت کی جھگی سے دامن سلطان  
 بڑھے اُدھر ہی شہنشاہ کا سپاہ لار؟  
 غرقِ مُردہ سلطان ہیں خونِ دوڑا دی  
 کہو طبیب سے سوتے ہوئے کو چوکا دے  
 صداد کوئی خزانے کے ساز و ساماں کو  
 دینہ دفن نہ ہوئے دے اپنی سلطان کو

صبح تاج پہ چھائی ہوئی ہے ظلمتِ شام  
 چمک رہا ہی مگر وجہِ ربّ ذوالاکرام  
 نخل ہے خاک کے پتلے کا رعبِ عزت و جہاں  
 زبانِ دہر یہ ہے لا الہ الا اللہ!

## جفائے دوست

شکوہ ہے خیرِ عیار کی عریانی کا  
 اور ابھی دوست نے رخ سے نہیں الٹی ہو نقاب  
 حدتِ ہرے فریادِ مہیے لب پر  
 ہائے وہ وقت، کہ جب شوہ کر یگا مہتاب!

# انکشاف فطرت

آدمی بزم میں دم گفتار      لب پہ جب کوئی حرف لاتا ہے  
درحقیقت خود اپنے ہی حق میں      کچھ نہ کچھ فیصلہ سناتا ہے

---

## ضبطِ گریہ

گرا نہ آنکھ سے آنسو فریبِ شمت پر      سکون جس سے ہو وہ اضطراب پیدا کر  
مرہ میں روک لے آنسو، کہ دل ہو آئینہ      سارے ٹوڑ دے اور آفتاب پیدا کر

---

# کائنات کی تلاش

اگر بخوم، بنانا ہیں، بجھ کو دل کے داغ  
 نہ ڈھونڈو نہ ظلمت ہوں آفرین شرب سے فراغ  
 سمنہ صبر، ظل کو تیز تر کر دے !  
 یقین حق کا اگر چھللا رہا ہے چراغ  
 شراب خانہ ذوق جنوں میں داخل ہو  
 چھلک رہا ہے اگر زہر سے خرد کا ایاغ  
 جلال صاعقہ پرور سے انس پیدا کر  
 اگر جمال کا ملتا نہیں ہے تجھ کو سراسر  
 اگر اچاٹ ہے گلبن نگ عنایت سے دل  
 تو بن خدا کیلئے محرم ترانہ زراغ  
 بتوں کی کاکل بیچاں میں دل کو ابھلا دے  
 اگر خدا سے بغاوت پہ مضطرب ہے دماغ

## آہ کینہ

ہم جناب آسا ہیں، لازم ہے کہ جب ہم سولو  
 خلق غالب ہو، امانت کا کہ ذات کا یقین  
 دوستو! باریک بینی سے خدا کا کام لو  
 اہل دنیا کو دلوں کو توڑ دے ممکن نہیں  
 مشتبہ سا اک تجھ سے، ایک مبہم سا غور  
 شیشہ شاعر کو کر دیتا ہے لیکن، چور چور

# چراغِ عظمت

تھاسکوں جب کار فرما عالم اسباب میں  
 رہنڈر میں بادِ صحر کی بصد شانِ قراغ  
 خندہ زن ہر صبح پر جس کی درختانی سورت  
 تہذوبے پروا ہو انہیں جس کو پاسکتی نہیں  
 دل میں یہ آیا مری محفل میں جل سکتا یہ کاش  
 ہے یہ تیرا ہی چراغ، اے شاعرِ رنگیں صفات  
 اس کو پاسکتا نہیں تو بزمِ عشرت کے لئے  
 میں نے دیکھا ہمتیشیں اچھلے پہر یہ خواب میں  
 جل اے طاقِ زر میں، ایک ہیرے کا چراغ  
 نور سے جس کے فروزاں ہو جبینِ کائنات  
 چل رہی ہیں آنندھیال لیکن بجائی نہیں  
 پاس جانا تھا کہ اک آواز آئی، دور باش  
 لیکن، اس کو فیض اٹھا کتی نہیں تیری جیسا  
 یہ تو ہے نادان! تیری لوحِ تربت کے لئے

ہوگی تیری تیرہ فتمت زندگی جب خواب میں  
 جگمگائے گا یہ تیری موت کی محراب میں

# یاد کرنا

جس وقت شباب پر ہوساؤں      فردوس بریں ہو صحن گلشن  
پھولوں سے بھرا ہوا ہوا من      دشوار ہو فرق دوست و دشمن

اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا !

جب یاد گزشتہ آنجن ہو      ماسختی پہ ملال کی شکن ہو  
سینے میں کشاکشِ محن ہو      غزبت میں تصویرِ وطن ہو

اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا !

جب پارہٴ سنگ یوں اچھالیں      دھوکے میں گہر کر لوگ اٹھالیں  
جب بے ہنزدوں کی سنت چالیں      اربابِ ہنر کو روند ڈالیں

اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا !

جاڑوں میں جب آگ کے کناے      راتوں کو ہوں جمع دوستِ سارے  
آنکھوں میں ہوں کیفِ کُشراے      گردوں پہ چمک رہی ہوں تارے

اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا !



جب غرقِ خودی ہو شہسریاری      دربار پہ میٹتیں ہوں طاری  
 غیرت ہو شکارِ بے قدراری      زخمی ہو غمِ درِ خاکساری  
 اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا!

ساحل پہ ہو جب ہو اُسے سنبُل      ہو رامشِ درنگ و بادۂ دگل  
 ساقی کی نظریں ہو تجسّمل      سینے پہ مچل رہی ہو کاکل  
 اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا!

جب رات کی تیرگی ستائے      اور نبضِ حیات چھوٹ جائے  
 جب پسند کسی طرح نہ آئے      اور صبحِ افق سے مُسکرائے  
 اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا!

جب روح کو عشقِ یوں جگائے      دل نبض و عناد بھول جائے  
 باطن پہ وہ رنگِ دوست چھائے      دشمن کی ادا پہ پیار آئے  
 اُس وقت مجھے بھی یاد کرنا!

---

# ہوشیار

خالق ہوں سو بچا دامن، کہیاں بہر شکار  
بیٹھے ہیں دیکے کہیں گا ہو نہیں، نقلی دیندا

ہوشیار!

اے مرد مومن ہوشیار!

زر بکف ہیں سادہ لوحی سو مرید ان جہتیر  
است پھیلائے ہوئے ہیں صوفیان ذی وقار

ہوشیار!

اے مرد مومن ہوشیار!

دل کی آنکھیں بھی کھلی رکھتے ہوں ان آنکھوں کیسے  
آہ! ایسے اب کہاں ہیں عابدِ شب نہ دار!

ہوشیار!

اے مرد مومن ہوشیار!

عالمانِ دین کی دستار نہیں آتے ہیں نظر  
وہ بلا کے پیچ و خم جن سی ہوں اژدرِ شرمسار

ہوشیار!

اے مرد مومن ہوشیار!

شیعہ دہائی میں اب تک صرف ان کو فہین کر  
ایک ننگ پختن ہی، ایک ننگ چارپار  
ہوشیار!

اے مردِ مومن ہوشیار!  
ڈالتے ہیں اس جگہ قبروں کے شمع و گل بوجھال  
کھیلے ہیں اس جگہ محرابِ منبر سے شکار  
ہوشیار!

اے مردِ مومن ہوشیار!  
جرم کی تاریخ کہتی ہے باواز بلند  
مجرموں سے بڑھکے اس فن میں ہیں مفتی پختہ کار  
ہوشیار!

اے مردِ مومن ہوشیار!

---

# شیطانی زہد

کیا قیامت ہے ایڑو باری  
ہاں غلط ہے کہ ہر جگہ شیطان  
بلکہ دیکھا گیا ہے یہ اکثر  
راہِ بد ہی نہیں دکھاتا ہے  
کشتیِ اتقا کو کھیلتا ہے  
پیش کرتا ہے خلد کے لذات  
جب شرارت کی حد پر آتا ہے  
یہی کہہ کہہ کے راہ کرتا ہے گم

زہد کے بھیس میں گتہ گاری!  
جمع کرتا ہے کفر کے سامان  
کہ یہ ظالم عدوئے نورِ بشر  
بلکہ "دیندار" بھی بناتا ہے  
حفظِ قرآن کا ذوق دیتا ہے  
دل کو کرتا ہے مائلِ خیرات  
بھیک منگو کے حج کرتا ہے  
کہ خدا کے ہو خاندان سے تم

برتر از جملہ ماسوا ہو تم

یعنی بندے نہیں، خدا ہو تم!

# پندارِ عباد

شب کو اک واقعہ عجب دیکھا  
آب و آتش میں اضطراب سا تھا  
بدلیاں کھیں فلک پہ زیر و زبر  
فاؤکش، درو مند، سینہ فگار  
ہونٹ سمٹے ہوئے، جھبکی پلکیں  
سیکیوں سے گرہ سی آہوں میں  
شدتِ تشنگی سے رہ رہ کر  
نا توانی پہ رات کھٹی بھاری  
کپکپاتی ہوئی کھٹی موج ہو ا  
بزمِ ارواح میں تھا اک کھیرام  
سامنے اک ہنسائی دیندار  
اس طرف ایک بندہ رنجور  
راہ کھٹی تنگ اور تنہا ہوا  
آسمانوں پہ پہنچ و تاب سا تھا  
اور گلی کے اُداس ذروں پر  
کروٹیں لے رہا تھا اک بیمار  
چہرہ دھندلا، بجھی ہوئی آنکھیں  
موت کی بے رخی نگاہوں میں  
پھیرتا تھا زبان ہونٹوں پر  
ہائے افلاس، دوائے ناداری  
اللہ اللہ، کر اسنے کی صدا  
ڈرہ ڈرہ تھا لرزہ بر اندام  
محوِ بیخ تھا بعد پندار  
اس طرف ایک عابدِ مغرور

اِس طرف، عاشقِ خداے جلیل  
 اِس طرف ہے نیازیاں طاری  
 اِس طرف کھتی ضخامتِ تن و توش  
 اِس طرف انجمِ جبر و دستار  
 اِس طرف کھتی گھنی ہوئی داڑھی  
 قطرہ، پانی کا، صرف اک قطرہ  
 نعرہ "یا عقور" و "یا رحماں"  
 اِس طرف بار بار "الا اللہ"

اُس طرف اک خدا کا عبادِ ذلیل  
 اُس طرف ضعف و درد و بیماری  
 اُس طرف ناتوانیوں کا کٹھا جوش  
 اُس طرف ہڈیوں پہ جسامہ مار  
 رُخ پہ جالی کھتی غنیمتِ واں کاٹھی  
 اُس طرف کھتی مریض کی یہ صدا  
 کٹھا اٹھائے ہوئے اُدھر طوفاں  
 اُس طرف، ہر نفس، "پتاہ پتاہ"

اے خداے بزرگ ذوالاکرام

نیرے محبوب پر درد و سلام

رحم کی راہ، دل پہ ہو مسدود؟  
 برف ہو جائے عابدوں کا ہوا؟  
 دل ہو ٹہرہ بساطِ شیطان کا؟  
 دل کو کرتی ہے سنگ میں تبدیل؟  
 خاک دعوے کرے خدائی کا؟

کیا عبادت کا ہے یہ ہی مقصود  
 کیا یہی رسم ہے کہ بعدِ وضو  
 لب پہ ہو ذکر دین و ایماں کا  
 کیا بناتِ بہشت کی تختہ بیل  
 کیا اثر ہے یہ پارسائی کا

موسم گل، خزاں کی رت بن جائے      بت شکن خود ہی ایک بت بن جائے

ذوقِ نقویٰ میں دل کا نام شائے  
آدمی، آدمی کے کام نہ آئے

## مولوی

ہوئی اک مولوی سے کل ملاقات  
وہی، ہوں گے جو فرد و بنائیں میں  
عمامہ بر سر و مسواک در جیب  
حناسے ریش سرخ، آنکھوں میں سرمہ  
جھکے شانے پہ چو خانے کا رومال  
کشادہ صدر اور کوتاہ گردن  
لٹیں بھری ہوئی، آنکھوں پہ عینک  
عباعتاب گول، دھانی عمامہ

شبیبہ قبہ و تصویرِ منسبہ  
خدا کے فضل سے حوروں کو شوہر  
اسٹنگا پانچامہ، دلق در پر  
لٹیں ہکی ہوئی، زلفیں معطر  
عباکے بند میں تبیحِ احمر  
شکم پر رعب، قد رشکِ صنوبر  
لبیں ترشی ہوئی، داڑھی شکم پر  
گلوری منہ میں، لب خونِ کبوتر



جبیں کا داغ، اک دہکی ہوئی رات  
 بتوں کی چاہ میں ہم رشکِ مجنوں  
 وضو کے فیض سے شاداب اڑھی  
 سجود بے ریا، ناکتے کی بے بندی  
 اوامر کی نشا، ہجرِ نواہی  
 ارم کے تذکرے کس کس منے سے  
 جبیں گہوارے، انوارِ یزداں  
 کمر کا گھیرا اک سمٹا سمندر  
 خدا کے عشق میں، وہ دیو پیکر  
 خدا کے خوف سے چہرہ "گل تر"  
 دردِ با صفا، ہونٹوں کا پوڈر  
 حدیثیں برزباں، قرآنِ ازیر  
 حنائی ریش، مٹھی میں پکڑ کر!  
 زباں، آئینہ خلقِ ہمیں

مگر آنکھوں میں ہنگامِ تبسم  
 ریا کی چشمیں، اللہ اکبر!!

## خانقاہ

الاماں! خانقاہ کی دُینا  
 دوڑتا ہے یہاں ٹھہر کو سمند  
 معصیت کی، گناہ کی دُینا  
 یاں توکل ہے حرص کا پابند

یاں قناعت سے عارفانِ خدا  
 ہر ادا میں ہے تاجرانہ کمال  
 یاں خودی کا لقب ہے "یا و خدا"  
 دل سے ہے بند رحم و راہ یہاں  
 جمع کرتے ہیں یاں زرد گوہر  
 بات آتا ہے روزِ گنجِ خطیر  
 یہیں اہلِ صلوٰۃ واصل و ضو  
 یاں بہت کمال آتے ہیں  
 ڈھول کی گت پہ رقص ہوتا ہے  
 یاں زرد مال دینے آتے ہیں  
 زہد میں ایک دھج ہے مستانہ  
 اڑ پئے حرص و آرزو تا مسعود  
 ہر حکایت ہے یاں زرد گوہر  
 سچہ گرستہ کاھرِ دانہ  
 یاں دعاؤں کی فیس ملتی ہے

کام لیتے ہیں سکتہ سازی کا  
 ہر بُنِ موسیٰ ایک دستِ سوال  
 "تُرک دنیا" کے بھیس میں دُنیا  
 صرف جیوں پہ ہی نگاہ یہاں  
 جاہلوں کو اجل سے دھمکا کر  
 "ذکرِ دوزخ" ہی اس جگہ "جاگیر"  
 چوس لیتے ہیں حقّوں کا لہو  
 بات چلتے ہیں، حال آتے ہیں  
 نعمتِ چاندی میں بات دھونتا ہے  
 لوگ، اولاد لینے آتے ہیں  
 یاں برستا ہے "ابرِ نذرانہ"  
 سرِ بزاؤں ہے یاں کوٹ و سجود  
 خلد ملتی ہے یاں کراٹے پر  
 کہہ رہا ہے غذا کا افسانہ  
 زرِ ملے تو زبانِ ہلکتی ہے

یاں مجالس میں بہر دل بازی  
جلتی ہے شمع حسن بازی  
ایک دریائے ناز بہتا ہے  
امردوں کا ہجوم رہتا ہے  
پھول چڑھتے ہیں خارزاروں پر  
سجدی ہوئے ہیں یاں مزاروں پر  
ہی یہاں کفر خیر و شرک پناہ  
نعرۃ لاد الہ الا اللہ  
یاں کے ذرے نہیں، نگینے ہیں  
یاں مقابر نہیں، دینے ہیں  
جامہ فقر ہو چکا ہے رکیک  
مانجی ہیں یہاں عبائیں بھیک  
صورتیں، غرق خود منائی ہیں  
داڑھیاں، کاسۂ گدائی ہیں

کون بہتر ہے، ایزد باری!  
ان کا تقویٰ ہے کہ میری میخواری؟

## شیخ کی مناجات

اے خدائے بزرگ و رزق کشا  
رکھ سلامت مری عبتا و قبتا  
تیرے بندوں میں میں ہوں جو صوبہ  
میری آگے جھکا دے ان کے سر

کبھی ہونے نہ دے یہ مطلع صاف

اپنی مخلوق کو جہاں، داور !

قوم ہیں ہیں جو کلمتہ دبر تر

مجھ کو ملت سے عذر ہی منظور

دل سے محکومیوں پہ مرتا ہوں

جب ہیں ہوفساد سے معذور

اُن مواقع پہ جب ہے فرض جہاد

سختیاں امر حق کی میں جھیلوں !

کب بھلا جان دینے والا ہوں

کیوں نہ ایماں ہو جان پر قرباں

ہاں مجاہد میں ہوں نہیں سکتا

میرے ہر عیب کو ہنر کر دے

دے مرے سُخ کو صولتِ الہام

حُسن تو خانقاہ کا ہے پھول

مقبروں پر جلال برسا دے

میرے ہی صرف ہیں ہیں اوقات

میرے تعویذ اور گنڈے پر

سب پہ چھا جائے میرا چھو منتر

حاکموں کے عتاب سے رکھ دو

حاکموں سے بہت میں رہتا ہوں

مجھ کو اصلاح پر نہ کر مجبور

مومنوں کو نہ آئے میری یاد

دیکھ تو، کتنا نرم و نازک ہوں

میں ترانام لینے والا ہوں

کیونکہ معبود ! تو ہی میری جاں

بات سے تھکو کھو نہیں سکتا

میری وارِ طحی دراز تر کر دے

اور مریدوں کو تحفہ اوہام

عورتوں میں کچھ اور کر مقبول !

میرے عرسوں پہ حال برسا دے

چشمِ عالم کو، کور رہنے دے  
 عقل سے دُور رہنے والوں کو  
 سب وہ درویش کے چہیتے ہیں  
 وہ بشر ہیں مری چسدا کا ہیں  
 لہا ہانی رہے یہ عزت و جاہ  
 کراکھیں خوب صاحبِ اولاد  
 بیوقوفوں کو بخش دے شاہی  
 بچھ کو اہل بہشت کی سوگند  
 یہ ہیں بندے کی زندہ جاگیریں  
 یا غفور الرحیم! یا رحمن!  
 بھیج، ضربیں لگانیوالے بھیج

میری پیری میں زور رہنے دے  
 دے مجھے جسدِ بے کمالوں کو  
 بانہ اٹھی جو پیستے ہیں!  
 عقل کی جن پہ بند ہیں اہیں  
 ہر چراگاہ ان میں لے لے لے!  
 جن کو سدام کا سبق نہ ہویا  
 خوب چمکا مری حق آگاہی  
 اہلوں کو مرے نہ پہنچے گزند  
 ان پہ چلتی ہیں میری تدبیریں  
 سن مری بات، میرا کہنا مان  
 گردنوں کے پھرانیوالے بھیج

ہل زک کو کسی بہانے بھیج!  
 سالن لیتے ہوئے خزانے بھیج!

# غزل گوئی

کس کو دینا چاہئے دنیا میں شاعر کا خطاب  
 عرش کی پر تھاپیاں جو دیکھتا ہو خاک پر  
 وقت کے جانے کی ہو ہر موڑ جس کے سامنے  
 موسم و ماحول راہ و رسم آئین حیات  
 جس کے دل کے تار ہر ادنیٰ سی جنبش سے ہلکیں  
 ”نظم کرتا جا مجھے بھی شاعر رنگیں لونا“  
 شعر بننے کیلئے درخواست دیتی ہوں جسے  
 جس کے جذبے ہوں قیامت کے سرخ شعلہ  
 چہرہ ہستی کو خال خط ہوں شبیں جلو گر  
 اپنی خوشبو جس کو قلبِ تخم سے پہنچا کر پھول  
 جس کی سیرت کو مدون کر سکے اس کا کلام  
 ہر نفس اک وادی نو سے گزرنے کے لئے

آبائوں میں سجھتے اے طالبِ ادِ ثواب  
 یہ لقب پھینتا ہے اس روشن گرا دراک پر  
 آسمانوں کو جھکا رکھا ہو جس کے بام نے  
 جس کے دفتر میں ہو اس کے عہد کی ہر ایک بات  
 جس کے دل میں ہر نفسِ غنوی کلیاں سہلیں  
 راہ کا ذرہ ذرہ جس کو دیتا ہو صدا  
 جتنے لاتعداد پہلو ہیں حیات و موت کے  
 قلبِ عارف کی طرح روشن ہو جس کا بال  
 جو اک ایسا آئینہ ہو شاہراہِ وقت پر  
 ناپے جس کی نظارِ صن و سما کا عرض و طول  
 مہرِ بکِ جس کے ہر نقطے سے جھلکے اس کا نام  
 روز و شب مجبور ہو جو سیر کرنے کے لئے

فکر کی کشتی کو جوئے روح میں کھیتا ہو جو  
 جس کا دل ہو در حقیقت وہ صدقہ عظیم  
 اُڑ رہا ہو جس کا پرچم آب و گل کے قعر پر  
 چند شعبوں ہی میں گم ہو نہ پائے جسکی ذات  
 گھاٹیوں میں گونج کر رہتا ہو جس کا پیام  
 یہ اُرشاخر کی ہر تعریف سے اہل جہاں  
 رنگ و بو، بے شک، نور و ضیاء کچھ بھی نہیں  
 ان غزل گو یوں کا ہی معشوق ایسا نازیں  
 یہ فقط کسی مسئلہ دائم و فراوان کے  
 ان کی ہیرت کی انوکھی، ان کی غیرت کی عجیب  
 آج تک غائب ہے، ان پر وہ رقیب روسیاء  
 پانی ہی تر کے میں ان لوگوں نے ہر صدمہ  
 ان کی حالت وہ ہی جیسے کوئی بزدل خواب  
 اور گھر کے جس قدر پیر و جواں ہیں زور زور

زندگی کے قلب کی ضربوں گن لیتا ہو جو  
 جو ہو فطرت کی ہر اک کروٹ کا سحر از و نیم  
 جس کی بیٹا انگلیاں رہتی ہوں نبضِ عصر پر  
 جس کا موضوع سخن ہو کل نظام کائنات  
 جو پہاڑوں کی بلندی سے سنانا ہو کلام  
 قابِ مائے ہیں اُرد کی تہی دامانیاں  
 چند نرم و گرم غزلوں کے سوا کچھ بھی نہیں  
 نام جس کا دفتر مردم شماری میں نہیں  
 مری رہی ہیں آج تک معشوق پر اجداد کے  
 گرہ نہیں جاتے جیسا کہ یہ آب و جد کر رقیب  
 کر چکا ہے زندگی جو تیر و موہن کی تباہ  
 ان کے لب پر بھی وہی ہی جو دکی کو لبِ بٹھا  
 ”چور آیا، چور آیا“ کہہ رہا ہو چونک کے  
 اپنے اپنے بستر دں پر چیتے ہوں ”چور چور“

ان کے دل میں شمع کی روشن ہو کس صورت سے آگ  
 تافنے کے ہاتھ ہیں رہتی ہو جن لوگوں کی باگ



جس طرح معنی کے انکاروں کو آئینہ اٹھے وہاں  
 شعرا ان کے محض ذرے ہیں کبھی، تارے کبھی  
 شاعری ان کی نہیں ہمارے شہ پہنچ رہی  
 سلسلہ ان کے سخن کا دور تک ہوتا نہیں  
 سر سے پاتمک بے سکر ہیں، سرسبز بتال ہیں  
 جس جگہ لفظوں کی سیلی لکڑیوں کا ہودھواں  
 تین کانے ہیں کسی موقع پہ، پو بارے کبھی  
 دیر تک چلتی نہیں الف ظکی بازی گری  
 کون ہے ان میں جو بالآخر "گڑک" ہوتا نہیں  
 یہ حقیقی شاعروں کے اصل میں نقاں ہیں!

قرب ان کا قطرۂ شبہم تو ہے چھالا نہیں  
 کوئی ان میں زندگی کا دیکھنے والا نہیں

## خاتونِ مشرق

عینچہ بول مرد کا روز ازل جب کھل چکا  
 دفعۂ گوہنجی صدا پھر عالم انوار میں  
 عورتوں کا کارواں پر کارواں آنے لگا  
 ناز سے جو رہیں تیرے حمد کے گلے لگیں  
 جس قدر تقدیر میں لکھا ہوا تھا بھل چکا  
 "عورتیں دنیا کی حاضر ہوں مرد دربار میں"  
 پھر فتنائیں پرچمِ نعام لہرانے لگا  
 عورتیں بھر بھر کے اپنی جھوٹیاں جاذبگیں

جب رہا کچھ بھی نہ باقی کیسۂ الخاتم میں

کا بستی حاضر ہوئیں پھر ایشیا کی عورتیں

دل میں خوفِ شومیٰ قسمت سے گھرائی ہوئی رعب سے نیچی نگاہیں، آنکھ شرمائی ہوئی

رحم کے سانچے میں رُوحِ ناز کو ڈھال دئے گردنوں میں خم، سروں پر چادریں ڈالے ہوئے

آخر اس انداز پر رحمت کو پیار آ ہی گیا

میکد سے پر جھوم کر ابر بہار آ ہی گیا

مسکرا کر خالقِ ارض و سما نے دی ندا اے غزالِ مشرقی آ، تخت کے نزدیک آ!

نعتیں سب بٹ چکیں، لیکن نہ ہونا مضحکہ سب کو بخشنے ہیں مانع، اور لے تجھے دیتے ہیں دل

یہ وہی دل ہے جو مضطر ہو کے سوز و ساز سے میرے پہلو میں دھڑکتا تھا عجیب انداز سے

بجھتے کو وہ رخ اپنی سیرت کا دیتے دیتے ہیں ہم جس میں یزدانی لسا بہت کی زلفوں کے ہیں خم

آہ کہ تجھ کو صاحبِ ہر و وفا کرتے ہیں ہم لے خود اپنی جنبشِ مژگاں عطا کرتے ہیں ہم

پہلوئے خاتونِ مشرق میں بصدِ تمکین و ناز

مستقیل ہو جا الوہیت کے سینے کے گداز

عورتیں اقوامِ عام کی بھٹک جائیں گی جب تو رہے گی بن کے اس طوقاں میں اک موجِ طرب

حسن ہو جائیگا جب اوروں کا وقفِ خاص و عام دیدنی ہو گا نرے خلوتِ کدے کا احسہ م

عالمِ نسواں پہ کالی رات جب چھا جائے گی  
 عورتیں بچپن کی جب اسٹیج پر بارقص و چنگ  
 اُن کے آگے ہر نیا میدان ہو گا جلوہ گاہ  
 گودیاں پھیلا کے جب مانگیں گی باصدق و صفا  
 مژدہ بادا سے ایشیا کی دختر پاکیزہ تر  
 ماؤں کی غفلت سے جب بچوں کو پہنچے گا گزند  
 صرف اک تیرا تبسم اے جمالِ تابناک  
 وہ حرارت تیرے ہونٹوں کی نہ ہو گی پائمال  
 وہ تری معصوم رعنائی نہ ہو گی مضحکہ خیز

یہ ترسے ماتھے کی بیندی صبح کو شرمائے گی  
 اپنی آنکھوں کی لگاوٹ، اپنے رخساروں کی رنگ  
 اور ترا اسٹیج ہو گا صرف شوہر کی نگاہ  
 عورتیں اولاد کے پیدا نہ ہونے کی دُعا  
 آج آئیگی نہ تیرے مادرانہ ذوق پر  
 جب فحش بے تربیت اولاد کی ہو گی بلند  
 سینہ اطفال میں پیدا کر یگا رُوح پاک  
 جس کے شعلوں سے کھجما ہو رنگِ نو بہال  
 بخشی ہے نسلِ انسانی کے پہلو کو جو دل

وہ بھی دن آئیگا جب ٹھیکوہی ارمستِ حجاب

زیب دیگا "مادرِ اولادِ آدم" کا خطاب

جب کرے گی صنفِ نازک اپنی عریانی پہ ناز  
 اُن کے دل جب ہونگے یادِ معصیتِ پاش پاش  
 ان کی رائیں خوفِ رسوائی سے ہونگی جب دراز  
 دہشتِ فردا سے کھڑے گا جب اُن کا غرور

صرف اک تو اس طلاطم میں رہی گی پاکباز  
 تیرے رُخ پر ایک بھی ہو گی نہ ماضی کی خراش  
 تیرے سینے میں کسی شب کا نہ ہو گا کوئی راز  
 حال سے تو ہو گی راضی، خوفِ مستقبل سے دُور

جب اڑے گی ان کی چشم دام پرورد میں خاک  
 نرم ہوں گے تیرے جلوے بھی، تری گفتار بھی  
 نرم ڈورے تیری آنکھوں کے رہیں گے تابناک  
 باہیا ہوگی تری پاؤں کی جھنکار بھی  
 چھاؤں بھی ہوگی نہ تیری بزمِ ناوِ نوش میں  
 تیرا پر تو تک رہے گامِ شمع کے آغوش میں

اے شمعِ ارضِ مشرقِ تیری عفت کا شعاع  
 آبرو ہوگا گھر اے بھر کی تیرا رکھ رکھاؤ  
 کچ کرے گا ملک و ملت کی کلاہِ افشار  
 دے گا تیرا باپ شانِ فخر سے موچوں پہ تاؤ  
 اے آنکھوں کی کرن سے اے جہانِ اعتبار  
 جگمگائے گی نسب ناموں کی لوحِ زرنگار  
 بواہوس کا سر جھکا دے گی تیری ادنیٰ جھلک  
 ہوگی بھجے میں تری نبضِ طہارت کی دھمک

تیری پیٹنی پہ جھلکے گا مثالِ برقی طور  
 طفل کا نابِ شرافت اور شوہر کا عزمِ دور

علم سے ہر چند بچھڑ کو کم کیا ہے بہرہ مند  
 جب ضرورت سے زیادہ ناز و ماتا ہے عیلم  
 لیکن اس سے ہونہ اے معصوم عورتِ اوردمند  
 عارضِ ماباں کے بھولے پن کو کھا جاتا ہے عیلم  
 نق ہو جاتا ہے علمی عیلاحوں سے اُداس  
 خال و خط کی موت ہے چہرے کی شانِ اجہاد  
 علم اٹھالیتا ہے بزمِ جاں سے شمعِ اعتقاد  
 جھانکی رہتی ہے اس غُرفے سے چشمِ اہرمن  
 قعرِ وحشت کی طرف مڑتی ہے اکشر راہِ فن

چھوڑ دیتی ہے تکلم کو ملائم فیکل وصال  
 علم سے بڑھتی ہے عقل، اور عقل سے وہ دماغ  
 علم سے باقی نہیں رہتے محبت کے صفات  
 دیکھ تجھ پر علم کی بھرپور پڑ جائے نہ ضرب  
 علم سے رہتی ہے پابند شکن جس کی حبیب  
 وقت سے پہلے بلا لیتے ہیں پیری کو علوم  
 جن لبوں کو چاٹ پڑ جاتی ہے فیکل وصال کی  
 اک جنوں پر ورنگولا ہے وہ علم ہے وثوق  
 دور ہی سے ایسے علم جہل پر در کو سلام  
 جس جگہ حورانِ جنت کا کیا ہے تذکرہ  
 تذکرہ حوروں کا ہے محض ایک تصویرِ جمال

بیچ ہے ہر چیز زیور، غارہ، افشاں، رنگ و خال  
 حسن خود اپنی جگہ ہے سو کمالوں کا کمال

علم کا حد سے گذر جانا ہے تو بہنِ جمال  
 جو بچا دیتی ہے سینے میں محبت کا چراغ  
 اور "محبت" ہے فقط لے دے کی تیری کائنات  
 بھاگ اس پردہ میں ایشیاں کے آلاتِ حرب  
 ناز سے شانوں پر اس کی زلف لہراتی نہیں  
 عمر سے آگے نکل جاتے ہیں چہرے بالعموم  
 ان کی گرمی کو ترستی ہی جہیں اطفال کی  
 جس کی رویں کانپنے لگے سہوں شوہر کی حقوق  
 حسنِ نسوان کو بنادیتا ہو جو جاگیرِ عام  
 کیا کہا ہے اور بھی کچھ قسم فی جزِ حسن و حیا؟  
 حسن کیا ان کو کہا ہے، صاحبِ فضل و کمال؟

علم کا ان نرم شانوں پر کوئی رکھتا ہے بار؟  
 کیا کوئی اور راقی گل پر طبع کرتا ہے کتاب؟

چاندنی، قوسِ قزح، عورت، شکوفہ، لالہ زار  
 روشنائی ہیں کہیں گھلتی ہی موجِ ماہتاب

”کاکل افسانہ“ ہو ”دوشِ حقیقت“ سے دو چار  
 علم سے بن جائے اقلیدس کا محض ایک ذرا!  
 اور بن جائے لغت، یا دفترِ علمِ حساب  
 بزمِ کاوش میں جلے شمعِ شبستانِ حیات  
 غنچہ نورس کا طاق، اور پیرِ مکتب کا چادرِ غ  
 موتیوں پر ثبت ہو طوفان کی مہجِ لال!  
 درس دیں موجیں صبا کی گنگنانے کے عوض

میرے عالم ہیں نہیں اس بد مذاقی کا شعار  
 حسن کا آغوشِ رنگیں، دلفریب و دلُ با  
 مصحفِ روسے کتابی روکشِ نازِ کلاب  
 نغمہ شیریں کے دامن میں ہوشورِ کائنات  
 گرم ہو تیزاب کی کھولن سے لالچ کا ایاغ  
 شہپرِ بلبل پہ کھینچی جائے تصویرِ شغال!  
 صبح غرقِ بخت ہو، غنچے کھلائے کے عوض!

تو نہ کرنا مغربی متوالیوں کی ریس دیکھ!

لکھات میں تیری لگا ہے فتنہ ابلیس دیکھ!

کو کھٹا ٹھنڈی رہی بچوں سے اور صندل سے مانگ  
 یہ محبت ہو گئے ہیں کچھ گنہ گاروں کے خواب  
 عورتوں کے بھیس میں شیطان کی سرتابیاں

تو نہ اُن کی طرح بھرتا عرصہ فن میں چھلانگ  
 دخترانِ مغربی کو دے نہ عورت کا خطاب  
 پھر رہی ہیں یا تری نظروں کے آگے پُرفضا

علمِ وصل کر فقط تہِ بیہ منزل کیلئے

وہ دماخوں کیلئے ہیں اور تو دل کے لئے

# خاتونِ منقبر

جب ضمیرِ حق میں انساں کا ہیولی بن چکا  
اور عورت کو بنایا اک سُبکِ رو نہر سے  
مرد کو تختے میں دی شمشیر و تدبیرِ حیات  
راستے میں مرد کے ڈالے گئے ریتِ بخ و تبہ  
مرد کے اعضا کو بخشا سنگ و آہن کا جلال  
مرد کو بخشا لہو و اشردہ میسداں جنگ  
اُس کو بخشی سنگ کی تعمیر، صرصر کا جلال  
اُس نے صولت پائی، اُس نے جلوہ منظر از  
اُس کو طبلِ جنگ کا ہنگامہ و ہشت خندا  
اُس کو طوفاں کا ہبہ بیداری، اسی خوابِ خیال  
اُس کو شانِ مہر، اس کو جلوہ ماہِ منیر  
اُس کو تاجِ غزنوی، اس کو خیمِ زلفِ ایاز

مرد کو فصلِ خزاں کی دھوپ نے پیدا کیا  
موسمِ گل کی معطر چاندنی کی لہر سے  
اور عورت کو چراغِ دہرِ بط و قد و نبات  
اور عورت کی طرف پھینکے گئے گلبرگِ تر  
اور عورت کو صبا کا بوج، شبِ بزم کا جمال  
اور عورت کو ملا پگھلے ہوئے سونے کا رنگ  
اور اسے طبعِ حریر و مستیِ بادِ شمال  
اُس کو محنت دی گئی، اُس کو محبت کا گداز  
اُس کو ہلکی نرم کلیوں کے چٹکنے کی صدا  
اُس کو چشمِ ضعیف و شاہیں، اسے چشمِ عنزال  
اُس کو سنگِ آشوبِ تیشہ، اس کو قصِ جوئے شیر  
اُس کے ماتھے کو شکن، اس کے لبوں کو موجِ ناز



اُس کو چھانٹنا زحیم وندانِ طلاطم کے لئے  
 اُس کو شورِ حرب ، اُس کو شوخیِ گفتار دی  
 اِس کو رکھا پاک بچوں کے تبسم کے لئے  
 تیغ کی اُس کو ، اسے پازیب کی تھنکا دی

مرد کے زانو کی جنت بن گیا عورت کا سہر

کچھ دنوں چلتی رہی دُنیا اسی انداز پر

لیکن اک شب دفعۂ تاریکیوں کے درمیاں  
 تنگ تھا دُنیا کے ننھے سے کُرہ کا عرضِ طول  
 جب فرازِ چرخ پر منڈلا رہی تھیں بلیاں  
 ہو رہا تھا چرخ سے آوہامِ باطل کا نزول

رات یوں تاریک تھی جس طرح مجرم کا ضمیر

سُر کیا شیطان نے عورت کی جانب ایک تیر

سُرخ تیرا سُرخ تاریکی میں سسٹاتا ہوا  
 آتے ہی عورت کے سینے میں ترازو ہو گیا

تیر کھانا تھا کہ رُوحِ تازیل کھانے لگی

مرد بننے کی تمتِ اَدل کو تڑپانے لگی

دی صدا عورت نے اِس ترمی کو کھونا چاہئے  
 مرد کا مدِّ مقابل مجھ کو ہونا چاہئے

تازی ہے اک امانتِ فزیبِ افتادگی

مرد بن جائیں اگر حوا کی نازک بیٹیوں

مسکراتی ہوگی میری لوح پر مردانگی

ابنِ آدم کی مٹادیں نازشیں تاب و تواں

مادرِ عالم کے غنچوں کو بھی کھلنا چاہئے

ہم کو بھی حقِ مرد کے ماتن دلنا چاہئے

روح پر عورت کی یہ دیوانگی جب چھا گئی  
آئی اور ختم ٹھونک کر آئی مثالِ پہلوں  
ترک کر بیٹھی ادا و ناز کا "شغلِ رکیک"  
باگ پر ہے ہات، اور ترشی ہوئی زینوں پہ گرد  
تو، سحر ہوتے ہی وہ مردوں کی صف میں آگئی  
پنڈلیاں گھومی ہوئی، شانوں کی اکبری پھل  
اب ہے وہ دنیا کی ہر دانہ ورزش میں شریک  
تن کے کہتی ہے کہ دیکھو زن کیوں بنتے ہیں مرد

لیکن اس دریا میں ہر زہر اب کی بھی یکسو

کس گراں قیمت پہ عورت کی خرید اسے یہ افج

اپنے سینے کا خزانہ، اپنی فطرت کا جمال  
کرچی ہے بے طرح محروم چشمِ التفات  
یوں ہوا آمادہ فطرت سے بغاوت پر شباب  
زلف چھوٹی ہو گئی اور دست و پا کھنچ کر ہویل  
جذبہ مردانگی نے بڑھ کے تلووں سے ملی  
جلد کی سختی کے اندر لوچ پنہاں ہو گیا  
جنتِ ارضی کو دوزخ کا نمونہ کر دیا  
مرد بننے کی ہوس میں کر دیا ہے پامثال  
اپنے اس شیریں بٹسم کو کہ تھا اک کائنات  
پڑ گئے رخسار پھیلے جل گئی چہرے کی آب  
بجھ گئی برنائی، رد رہا ہو گیا روئے حبیل  
عُقبشِ مژگاں کی موسیقی بٹسم کی کلی  
ایک سیٹھاپن سا ہونٹوں پر نمایاں ہو گیا  
چشمکِ بیباک نے آنکھوں کو سونا کر دیا

ابر کی سی شوخیاں بجاتی ہیں قتال سے  
مر گیا دیدوں کا پانی، اڑ گیا چہر کا نور  
عشق کے ہونٹوں سے مل سکتا نہیں جس کا جواب

جام زرین کی کھٹک گم ہو گئی گرفتار سے  
ہو گیا سنگِ خرد سے شیشہ بھول دیں کا چور  
بن گئی القصۃ اک ایسا سوالِ تاصواب

ناز کی، عزت، محبت، آبرو کچھ بھی نہیں  
نام تو ہے پھول، لیکن رنگ و بو کچھ بھی نہیں

## بلوچ حیات

اک زمانہ وہ بکٹی تھا لے دوستانِ باصفا  
طیش، رسمِ دشمنی پر طیش آتا تھا مجھے  
سامنے آتی تھیں جب انسان کی عیناریاں  
دیکھتا تھا جب کبھی ناپاک یاروں کا بطون  
موڑتی تھی دوستی جب دشمنی کی سمت باگ  
دیکھتا تھا جب کبھی ظلم و ستم احباب کا  
روح پر جب ڈالتی تھیں سازشیں پر چھایاں

ابر رہتا تھا میری روح پر چھایا ہوا  
غصہ انگاروں پہ راتوں کو لٹانا تھا مجھے  
اڑنے لگتی تھیں مرے انفاس سے چنگاریاں  
ابتداء میری آنکھوں میں اُتر آتا تھا خون  
میری افغانی رگ و پے میں بھڑک اٹھتی تھی آگ  
دل میں کھینچ آتا تھا سب لے ہمارے اعصاب کا  
میرے احساسات کی سینے سے اٹھتا تھا دھواں

شیشہ دل پر گرا دیتے تھے جب اجباب سنگ  
 ہر نفاق و بغض پر خود سے گزر جاتا تھا میں  
 زندگی جب بحر نفرت میں ڈبوئی تھی مجھے  
 جب حریفوں کی حسد کو شئی کو پا جاتا تھا میں  
 بغض ٹکراتا تھا جب اگر دل حق کو شش سے  
 دوستی سے دشمنی کا جب پہنچتا تھا پیغام  
 راگنی کو بوجھنے لگتا تھا جب بھی تھی تانت  
 دیکھتا تھا آدمی کو جب دنا نت کا شکار  
 دل یہ کہتا تھا کہ ہر سینے میں خنجر بھونکے دوں  
 زندگی کی موج میں زہر اھل گھول دوں  
 ذبح کر دوں، قتل کر ڈالوں، سڑنچو پھوڑ دوں  
 خون کی پیاسی زمیں کو آدمی کا خون دوں  
 قبر بن کر میں جوابِ فتنہ ابلیس دوں

گو بج اٹھتا تھا مری ہستی کے اندر طبل جنگ  
 گونجتا تھا، گرم ہوتا تھا، پیسہ جاتا تھا میں  
 سانس میں اک آنچ سی محسوس ہوتی تھی مجھے  
 چوٹ کھٹے اثر دھسے کی طرح بل کھاتا تھا میں  
 ٹوٹکل پڑتی تھی میرے سینہ پر جوش سے  
 ہونکنے لگتا تھا میرے دل میں شیر انتقام  
 مٹھیوں کو بند کر کے پیسے لگتا تھا دانا نت  
 ایٹھنے لگتی تھیں گردن کی ریں بے اختیار  
 خلق کو بھڑکے ہوئے دوزخ کے اندر جھونک دوں  
 جی میں آتا تھا کہ توپوں کے دہانے کھول دوں  
 ہمتوں کو پست کر دوں، گردنوں کو ٹوڑ دوں  
 خاک کر ڈالوں، بھسم کر دوں، جلادوں بھونک دوں  
 دفن کر دوں، سڑ کر ڈالوں، رگڑ دوں، ہیر دوں

== (۲) ==

آنکھ چپکائے لگے دل میں رموزِ کائنات

لیکن اس لذت میں جب بالغ ہوئی میری حیات

نوعِ انساں کے سبک شانے پہ ہر رکھ ہوا  
ایک انساں اور اتنے قید خانوں کا اسیر  
حد سے اس معصوم کو دیتا تھا "جرم" کا خطاب  
جس کی پیشانی پہ ہیں جبرِ مشیت کے خطوط  
حیف اس مظلومیت پر تاؤ آتا تھا سبھے

دیکھتا کیا ہوں کہ ماحول و وراثت کا جُور  
فطرت و طبیعت، سرشت و تربیت، طبع و ضمیر  
کیا جہالت تھی کہ کھاتا تھا بشر پر پیچ و تاب  
جس کے افسانے کا ہے عنوانِ آدم کا ہیبوط  
پھول، نگاروں پہ راتوں کو لٹاتا تھا مجھے

~~~~~ (۳) ~~~~~

مجھ کو انساں کے گناہوں پر "ترس" آنے لگا  
آدمی کی بے نوائی دیکھ کر رونے لگا

اب مرا غیظ و غضب اپنے سے شرمانے لگا  
بھید پانا تھا کہ دل سے غیظ کم ہونے لگا

~~~~~ (۴) ~~~~~

مجھ کو انساں کی خطاؤں پر "ہسنی" آنے لگی  
صرف اک ہلکا سا ہونٹوں پر ہنسم رہ گیا  
نوعِ انسانی کی "گمراہی" پہ پیار آنے لگا

اور جب اس سے بھی کچھ گہری نظر جانے لگی  
غصہ رخصت ہو گیا، سنو ٹپک کر بہہ گیا  
بیقراری کے عوض دل کو شہر آئے لگا

~~~~~ (۵) ~~~~~

پھر سبک اشکوں کا پانی تھا دلِ غمناک میں  
اے خدائے نادر و نرغ! رحم فرما جوشت پر

آگ تھی غصے کی پہلے زندگی کی خاک میں  
اور اب موجِ تبہم ہے لپ خاموش پر

اے خطاکاروں کے صالح ، اے جہنم کے !  
 پھر سے اس "معصوم مجرم" کو ستایا جائیگا؟  
 آہ میں افسردہ دل کس سے کہوں یہ واردات  
 بندہ "بو کر جوش تیری خلق کا ہے خیر خواہ  
 کیا غریب انسان دوزخ میں جلایا جائے گا؟  
 کس قدر شائستہ رحمت ہے انسانی حیات

(۶)

اے حقیقت میں نگاہو ، مرجھا صدمہ جب  
 تم نے اک بے آب پتھر کو نگینہ کر دیا  
 گلشن اسرار کی آنے لگی دل تک ہوا  
 ایک پاہل جنوں ندھے کو بیٹا کر دیا

(۷)

اے حریفو ، دشمنو ، یارو ، عزیزو ، دوستو!  
 غیظ و غم ، خوف و خطر ، بیم ورجا کچھ بھی نہیں  
 اب کوئی تم میں سے دل میرا دکھا سکتا نہیں  
 اک تیا احس اس سینے میں اب پاتا ہوں میں  
 اک نرالی بات کہتا ہوں شنو ، درد رس لو  
 میسر دل میں اب محبت کو سو اچھ بھی نہیں  
 اب قدم راہ وفا میں ڈگکا سکتا نہیں  
 دشمنی کرتے ہیں دشمن ، اور شہد ماتا ہوں میں

بے کس و مجبور انسان کو دُعا دیتا ہوں میں  
 وار کرتا ہے کوئی تو شکر ادا دیتا ہوں میں



# سونے کی تلوار

کل پھر رہا تھا صحن چین میں کشاں کشاں  
اپنی ادھیڑ زوجہ کو ہمراہ اک جواں  
شوہر کی بے وسیلہ جوانی پر الاماں  
بیوی کے مالدار بڑھاپے کی سختیاں

بے مال و زر شباب کا تھا شیب پر مدار

کتھیں مجھڑیاں جو زوجہ کو چہرہ پہ پیش دکھ  
ان مجھڑیوں کی راہ پہ چاندی کو تھے قدم  
شوہر کے عارضوں میں بافراط رنج و غم  
سویا ہوا تھا سازِ جوانی کا زیر و بم

گانی ہوئی خزاں بھٹی، سکتی ہوئی بہار

پانی کی ایک بوند سے مرعوب تھا ستر  
حیراں بشکوہ قطرہ شبنم سے تھا گھر  
پچھالے کے ظمطراق سے لرزاں تھا نیشتر  
ذرے پر آفتاب جھکاؤ ہوئے تھا ستر

کمزوریوں کو زور پہ حاصل تھا اقتدار

ٹھنڈی ہوا کی وجہ میں تھی روح بوتاں  
سرشار ہو چلی تھی زمیں، پست آسماں  
زوجہ کے ساتھ ساتھ تھا شوہر وادیاں  
اک موڑ پر مڑی ہی تھی دونوں کہ ناگہاں

گذری ادھر سی ہو کے اک آئینہ رونا کار



اس طرح ناؤ جیسے کوئی ڈولتی ہوئی      ابرو کے بل سے دل کی گرہ کھولتی ہوئی  
تلواری ہر ایک لچک، تولتی ہوئی      گائی ہوئی ادائیں، نظر بولتی ہوئی

زلفوں کے پیچ و خم میں لئے موجِ آبشار  
شوہر کی اٹھکے جم گئی اس شوخ پر نگاہ  
چمکی نگاہِ زوجہ میں شمشیرِ استبہا  
پیدا ہوئی وہ آگ کہ اللہ کی پتاہ  
آفت کی کش مکش تھی، قیامت کا خلفشار

رحمت سے آس جیسے گنہ گار توڑ دے      کوئی بہک کے ساغرِ شرشار توڑ دے  
گھبرا کے جیسے دم کوئی بیمار توڑ دے      جس طرح کوئی جنگ میں تلوار توڑ دے  
شوہر نے یوں جھکائی نظر ہو کے سحرِ مسار

اتنا ڈرا عزیز کہ تپنے لگا جگر      بیگانہ وار آنکھ اٹھائی ادھر ادھر  
گردنِ ہلائی بیوی غصے سے دیکھ کر      یعنی متاعِ زوجہ نے شوہر کے حلق پر  
سونے کی بڑھ کے پھیر دی شمشیرِ آب دار

# حرف و حکایت

شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کلام کا چوتھا اور زبانِ ترین مجموعہ، جو جوش ملیح آبادی کی شاعری کے عروج و ارتقا کا علمبردار ہے۔ پیرزن لیگ، وہ مشہور و معروف نظم ہے جس کے ”کلم“ میں سال گذشتہ شائع ہوتے ہی ایوانِ مسلم لیگ میں زلزلہ اُگیا تھا۔ اور حضرت جوش کی بخلاف مسلم لیگ کے علماء نے کفر کا شریکیت عنایت فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ ”ساوان کے مہینے“ وہ نظم ہے جس کا جواب انگریزی ادب میں فطری شاعری کے علمبردار و رؤسوا کے کلام میں بھی نہیں ہے۔ الغرض اس مجموعہ کی ہر نظم یا یوں کہئے کہ ہر شعر اردو شاعری کے دور ارتقا کا زبانِ حال سمجھاؤ اور روحانیت کا علمبردار ہے۔ اگر حضرت جوش کے کلام کا یہ گراں بہا مجموعہ اب تک آپ کی نظروں سے نہیں گذرا ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ اردو شاعری اس وقت عروج کی کس منزل پر ہے۔ اس مجموعہ کی ضخامت تقریباً ۲۵ صفحات، کتابتِ طباعت دینِ زبیر، کاغذ عمدہ چمکا۔ اس میں حضرت جوش کا نادر ترین فوٹو بھی شامل ہے اور ان ظاہری و باطنی خوبوں کے باوجود قیمت بجلد صرف دو روپے آٹھ آنہ۔

## شعلہ و شبنم

شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کی پُر جوش اور کیف آؤ نظموں کا مجموعہ جس میں آپ کو ”شکست“ (سیاسیات)، ”شعلہ افشائیاں“، ”سلامی شان“، ”حریت کے خون کھولا دینے والے واقعات“، ”بادۂ سرخوش“ (غزلیات) کی سہیلیاں اور گلبانگ فطرت کو روح پرور نغمے اس لہائی زبان میں ملیں گے جس کا جواب اردو کو کجا دنیا کی کسی زبان کی شاعری میں بھی آپ کو نہ ملے گا۔ اب اس کا دوسرا ادیشن نہایت آجے تاب سے شائع کیا گیا۔ جلد اردو بھیجئے تاکہ آپ کو قسیر سے ادیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

قیمت بجلد تین روپے۔

## نقش و نگار

شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کے کلام کا پہلا مجموعہ اور ان کی شہرت کا سنگِ دلین ہے یہ مجموعہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے (۱) نگارِ خسانہ (۲) غزلیات (۳) مآثرات (۴) مطالعہ و نظر اور (۵) نسیب۔ اس مجموعہ کی ہر نظم اپنی جگہ مکمل، مرصع اور کیفیاتِ شعری میں ڈوبی ہوئی ہے اور ہر لفظ مسکو کٹن نغمے دل و دماغ کیلئے ایک مستقل سکون اور روح کیلئے ایک خاص سرور کا باعث ہوتے ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۹۳۵ء میں چھپا اور ۱۹۳۶ء میں ناپید ہو چکا تھا۔ اب دوسرا ادیشن خاص اہتمام و نہایت خوبصورت شائع ہوا ہے۔

قیمت صرف دو روپے بجلد۔

ملنے کا پتہ: کتب خانہ رشید آباد بازار راولپنڈی

# شعلہ و شبنم

حضرت جوش کی پرجوش اور کیف اور نظموں کا  
مجموعہ جس میں آپ کو آتش کدہ و سیاسیات کی  
شعلہ افشائیاں، اسلامی حریت کے پرجوش  
واقعات، بادہ سرجوش کی سرسستیاں، اور  
گلابانگ فطرت کے روح پرور نغمے ملیں گے۔ مجلد تین پوے

## ہر قسم کی

### عربی۔ ہندی۔ سنسکرت

ادبی ————— تاریخی

کتابوں کیلئے کتب خانہ رشیدیہ دہلی  
ممنز کو یاد کیجئے